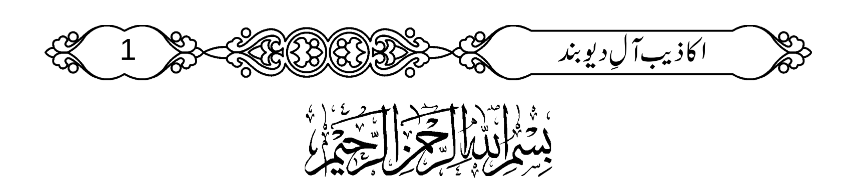


اکاذیب آلِ دیوبند

(اس کتاب میں دیوبندی ''علماء'' اور مصنفین کے بعض اکاذیب (جھوٹ) اکٹھے کر دیئے گئے ہیں۔ کاذبین کے بارے میں بہت سی ضروری معلومات بھی جمع کر دی گئی ہیں تاکہ عامۃ المسلمین کے سامنے آلِ دیوبند کا اصل چہرہ واضح ہو جائے۔)

تصنیف : حافظ زبیر علی زئی

ناشر: **مکتبة الحدیث** حضرو، ضلع اٹک، پاکستان

فہرست عناوین

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مُقدّمۃ

إن الحمد للّٰه، نحمده ونستعينه ،من يهده اللّٰه فلا مضل له ومن يضلل فلا هادى له ،وأشهد أن لا إله إلا اللّٰه وحده لاشريک له ، وأن محمداً عبده ورسوله ، أمابعد :

فإن خيرالحديث كتاب الله وخير الهدي هدي محمد (صلى اللّٰه عليه وسلم) وشر الأمور محدثاتهاوكل بدعة ضلالة :

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم ، إنک حميد مجيد ،اللهم بارک على محمد وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم ، إنک حميد مجيد:

أعوذباللّٰه من الشيطان الرجيم، بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم :

﴿اِنَّمَا يَفۡتَرِى الۡكَذِبَ الَّذِيۡنَ لَايُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡكٰذِبُوۡنَ﴾

صرف وہی لوگ جھوٹ گھڑتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے (یعنی ایمان سے محروم ہیں) اور یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ [النحل:۱۰۵]

دنیا کے تمام مذاہب میں: جھوٹ بولنا ناجائز ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ايةالمنافق ثلاث :إذا حدّث كذب وإذا وعد أخلف وإذا اؤتمن

خان))

منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے۔ جب وعدہ کرتا ہے خلاف ورزی کرتا ہے اور جب اسے امانت دی جائے تو خیانت کرتا ہے۔

[صحیح بخاری ح ۶۰۹۵ وصحیح مسلم ح ۵۹/۱۰۷]

ایک طویل حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کی باچھیں چیری جارہی ہیں۔ یہ عذاب اس لئے ہو رہا تھا کہ وہ شخص جھوٹ بولتا تھا، دیکھئے صحیح البخاری (ح ۱۳۸۶)

آپ ﷺ نے فرمایا:

((وإياكم والكذب)) اورتم سب جھوٹ سے بچو [صحیح مسلم ۱۰۵/۲۶۰۷ کتاب البر والصلۃ]

ان وعیدوں کے باوجود بہت سے لوگ مسلسل دن رات: اکاذیب وافتراءات گھڑتے اور سیاہ کو سفید، سفید کو سیاہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے دیوبندی حضرات نے کذب وافترا کو اپنا شیوہ وشعار بنا رکھا ہے۔ راقم الحروف نے اس کتاب میں بعض دیوبندی ''علماء'' اور مصنفین کے بعض اکاذیب (جھوٹ) اور افتراء کا باحوالہ جمع کر کے عوام وخواص کی عدالت میں پیش کر دیئے ہیں تا کہ کذابین کا اصلی چہرہ لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائے۔

نیز کذابین کا تعارف اور ان سے متعلقہ بعض ضروری معلومات بھی لکھ دی ہیں جن سے مفتریوں کی سیرت اور عقائد ظاہر ہو جاتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَاقُرْبٰی ۚ﴾

اور جب بات کرو تو انصاف سے کرو، اگر چہ تمہارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ [الانعام: ۱۵۲]

میں نے یہ آیت کریمہ مدِنظر رکھتے ہوئے آل دیوبند کی اصل کتابوں سے مکمل حوالے پیش کئے ہیں۔

حافظ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

''وأما الوضع في الحديث فباقٍ مادام إبليس وأتباعه في الأرض''

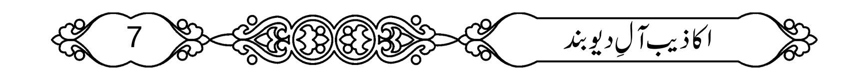
اس وقت تک وضعِ حدیث (کا فتنہ) باقی رہے گا جب تک ابلیس اور اس کے پیرو کار روئے زمین پر موجود ہیں۔ [المحلّی ج۹ ص۱۳ مسألۃ: ۱۵۱۴]

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس کتاب کو لوگوں کی ہدایت اور میرے لئے دائمی اجر وثواب کا ذخیرہ بنائے۔ آمین

وماعلینا إلا البلاغ

حافظ زبیر علی زئی
مدرسہ اہل الحدیث حضرو ضلع اٹک
(20 جنوری 2004ء)





1- نانوتوی [1] کا جھوٹ(۱) :

اشرف علی تھانوی [2] دیوبندی فرماتے ہیں کہ :

''خان صاحب [3] نے فرمایا کہ مجھ سے مولانا نانوتوی [1] بیان فرماتے تھے کہ نواب قطب الدین خان صاحب [4] بڑے پکے مقلد تھے اور مولوی نذیر حسین صاحب [5] پکے غیر مقلد۔ ان میں آپس میں تحریری مناظرے ہوتے تھے ایک مرتبہ کسی جلسے میں میری زبان سے یہ نکل گیا کہ اگر کسی قدر نواب صاحب ڈھیلے

---

[1] نانوتوی صاحب کا تذکرہ صفحہ ۹ پر دیکھیں۔

[2] تھانوی صاحب کا تذکرہ آگے آرہا ہے ص ۵۹

[3] امیر شاہ خان صاحب: متوطن خورجہ، مقیم سینڈھو ضلع علی گڑھ، کے بارے میں تھانوی صاحب نے کہا: ''مرحوم ومغفور کو خدا تعالیٰ نے اس موضوع کے متعلق چند نعمتوں کا جامع بنایا تھا۔ اپنے سلسلہ کے متعدد اکابر کی خدمت وصحبت (۲) ان سب حضرات کی نظر میں مقبولیت ومحبوبیت ...قوتِ حافظہ واحتیاط فی الروایات والتزام سند'' (تمھید شریف الدرایات ص۱۳)

[4] ''مظاہر حق'' وغیرہ کے مصنف ۱۲۱۹ھ پیدا ہوئے اور ۱۲۸۹ھ میں فوت ہوئے دیکھئے حدائق الحنفیہ ص ۵۰۵ ونزھۃ الخواطر ج ۷ ص ۴۲۶ ت ۶۰۷

[5] سید نذیر حسین المحدث الدہلوی ''معیار الحق'' اور ''فتاویٰ نذیریہ'' کے مصنف ، پیدائش ۱۲۲۰ھ وفات ۱۳۲۰ھ، عبدالحیٔ بن فخر الدین الحسنی (غیراہلحدیث) نے کہا: ''**المتفق علی جلالته و نبالته فی العلم والحدیث**'' علم اور حدیث میں آپ کی جلالت وشرافت پر اتفاق (اجماع) ہے (نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۲۳ ت ۵۲۷) ۱۸۵۷ عیسوی کی جنگِ آزادی میں آپ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کی فرضیت کا فتویٰ دیا تھا دیکھئے ''علماء ہند کا شاندار ماضی'' (ج ۴ ص ۱۷۹ تصنیف سید محمد میاں دیوبندی)
''انگریز کے باغ مسلمان'' (ص ۲۹۳ تصنیف جانباز مرزا)
اس فتوے پر گنگوہی، نانوتوی اور تھانوی وغیرہم کسی دیوبندی کے دستخط موجود نہیں ہیں۔

پڑ جائیں اور کسی قدر مولوی نذیر حسین اپنا تشدد چھوڑ دیں تو جھگڑا مٹ جائے۔ میری اس بات کو کسی نے نواب قطب الدین خان صاحب تک بھی پہنچا دیا۔اور مولوی نذیر حسین صاحب تک بھی۔مولوی نذیر حسین تو سن کر ناراض ہوئے مگر نواب صاحب پر یہ اثر ہوا کہ جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا وہاں تشریف لے آئے اور فرمایا: بھائی جس قدر میری زیادتی ہو خدا کے واسطے تم مجھے بتلا دو۔میں سخت نادم ہوا اور مجھ سے بغیر اس کے کچھ نہ بن پڑا کہ میں جھوٹ بولوں لہذا میں نے جھوٹ بولا (اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا) اور کہا کہ حضرت آپ میرے بزرگ ہیں۔میری کیا مجال تھی کہ میں ایسی گستاخی کرتا۔آپ سے کسی نے غلط کہا ہے۔غرض میں نے بمشکل تمام ان کے خیال کو بدلا اور بہت دیر تک وہ بھی روتے رہے اور میں بھی روتا رہا۔یہ قصہ بیان کر کے خان صاحب نے فرمایا کہ جب مولانا نے یہ قصہ بیان فرمایا اس وقت بھی آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

[ارواح ثلاثہ عرف حکایات اولیاء ص ۳۹۰، ۳۹۱ حکایت نمبر ۳۹۱]

تنبیہ: یہ حکایت ''معارف الاکابر'' ص ۲۵۹، ۲۶۰ پر بھی درج ہے۔

اس حکایت سے معلوم ہوا کہ محمد قاسم نانوتوی صاحب نے ذاتی مفاد کے لئے صریح جھوٹ بولا اور اس کا اعتراف بھی کیا۔اُصولِ حدیث میں ''موضوع'' روایت کی ایک پہچان یہ بھی لکھی ہوئی ہے کہ: '' إقرار وضعه على نفسه قالاً أو حالاً '' جھوٹ بولنے والا فرد، اپنے قول یا حال کے ساتھ جھوٹ بولنے کا اعتراف کرے۔ [اختصار علوم الحدیث لابن کثیر ۱/ ۲۳۷ نوع ۲۱]

ٹسوے بہانا دوسری بات ہے لیکن اس جھوٹ سے نانوتوی صاحب کا توبہ کرنا ثابت نہیں ہے۔

تنبیہ بلیغ:

اُم کلثوم رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کے درمیان صلح کرائے وہ کذاب نہیں ہے۔[صحیح البخاری: ۲۶۹۲ و صحیح مسلم: ۲۶۰۵]

(کفار سے) جنگ (کی حالت میں) اور خاوند بیوی کا باہم پیار کی حالت میں ایک دوسرے سے

جھوٹ بولنا شریعت میں جائز رکھا گیا ہے۔ [دیکھئے صحیح مسلم ۱۰۱/۲۶۰۵]

نانوتوی صاحب کا درج بالا جھوٹ ان تینوں قسموں سے خارج ہے۔میاں بیوی کا یہاں معاملہ نہیں اور نہ کافروں سے حالت جنگ ہے۔میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ اور نواب قطب الدین الدہلوی کے درمیان صلح سے اس صریح جھوٹ کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ صرف اپنے ذاتی مقاصد اور بھرم کو بچانے اور اپنی کہی ہوئی بات سے مُکر جانے کے لئے یہ جھوٹ بولا گیا ہے۔

نانوتوی صاحب کا تعارف

محمد قاسم (خورشید حسن) بن اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش نانوتوی ۱۲۴۸ھ میں نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے دیکھئے ''بیس بڑے مسلمان'' ص ۱۱۴ تصنیف: عبدالرشید ارشد، ''تذکرہ مشائخ دیوبند'' ص ۱۴۱ تصنیف: مفتی عزیز الرحمٰن ''اکابر علماء دیوبند'' ص ۱۳ تصنیف: حافظ محمد اکبر شاہ بخاری، ''سوانح قاسمی'' ج ۱ ص ۱۱۳، ۴۰۶ تصنیف: مناظر احسن گیلانی

حسین احمد مدنی نے کہا :

> '' حضرت مولانا شمس الاسلام والمسلمین حجۃ اللہ علی العالمین مرکز دائرۃ التحقیق والتدقیق قطب افلاک الحکم واسرار التشریع والتخلیق مولانا محمد قاسم النانوتوی الحنفی الصدیقی الچشتی الصابری النقشبندی القادری السہروردی ''
>
> [الشہاب الثاقب ص ۴۷]

آپ کی وفات ۱۲۹۷ھ بروز جمعرات ہے۔[تذکرہ مشائخ دیوبند ص ۱۶۶ اکابر علماء دیوبند ص ۱۸، سوانح قاسمی ج ۳ ص ۱۳۷، ۱۳۸ بیس بڑے مسلمان ص ۱۴۲]

---

1 آپ: دہلی کالج کے شعبۂ علوم شرقیہ کے صدر تھے (سیرت یعقوب و مملوک ص ۱۵، تصنیف: محمد انوار الحسن شیر کوٹی) یہ سرکاری کالج تھا (ایضاً ص ۲۲) انگریزوں کے اس سرکاری کالج کے پرنسپل مسٹر ٹیلر تھے (ایضاً ص ۲۷) آپ کی پیدائش ۱۲۰۴ھ اور وفات ۱۲۶۷ھ ہے۔
''دہلی کالج کے انگریز پرنسپل ان کی قدر کرتے اور ان پر اعتماد کرتے تھے۔ بلکہ گورنر جنرل نے مولانا مملوک علی کو انعام بھی دیا۔'' (ایضاً ص ۳۳) نیز دیکھئے قصص الاکابر ص ۴۱

2 دیکھئے ص ۴۱

اساتذہ: آپ کے اساتذہ میں مملوک ❶ علی کا نام مشہور ہے۔ [دیکھئے تذکرہ مشائخ دیو بند ص ۱۴۵ وغیرہ]

پیر: آپ نے اپنے پیر حاجی امداداللہ ❷ "مہاجر مکی" کی بیعت کررکھی تھی۔ [تذکرہ مشائخ دیو بند ص ۱۴۸]

تصانیف: آپ کی مشہور تصانیف درج ذیل ہیں :

(1) تحذیر الناس (2) آب حیات (3) تصفیۃ العقائد (4) مناظرہ عجیبہ (5) قصائد قاسمی

(6) حجۃ الاسلام (7) الدلیل المحکم علی قراءۃ الفاتحۃ للمؤتم (8) انتصار الاسلام

نانوتوی صاحب کی کتابوں سے اُن کے چند اہم عقائد پیش خدمت ہیں:

توحید پر ڈاکہ

"قصیدہ بہاریہ در نعت رسول اللہ ﷺ" میں نانوتوی صاحب فرماتے ہیں کہ :

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا — نہیں قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی — کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا تجھے سردار

جو تُو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا — بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غمخوار

[قصائد قاسمی ص ۸ مطبوعہ ہمدرد برقی پریس دہلی]

رجاؤ خوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ — جو تو ہی ہاتھ لگائے تو ہووے بیڑا پار

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ — کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام

[قصائد قاسمی ص۹]

تنبیہ: درج بالا اشعار، بہ استثناء شعر ثانی (دیا ہے حق نے الخ) حسین احمد مدنی ٹانڈوی (۱) کی کتاب" **رجوم المذنبین علی رؤوس الشیاطین** " المشہور:"**الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب** " میں بھی منقول ہیں۔

[ص ۴۸ و ۵۱، ۶۶ طبع فیصل آباد، وکتب خانہ اعزازیہ دیو بند، سہارنپور، وص ۲۲۷، ۲۳۰، ۲۴۵ مجمع مکتبہ مدنیہ لاہور]

ختم نبوت پر ڈاکہ :

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ :

" سبع أرضين في كل أرض نبي كنبيكم" إلخ

سات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں تمہارے نبی جیسا نبی ہے۔

[الاسماء والصفات للبیہقی ص ۳۸۹ ونسخہ اخریٰ ص ۴۹۳ والمستدرک ۴۹۳/۲]

اسے حاکم وذہبی نے صحیح کہا ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔شریک بن عبداللہ القاضی مدلس ہے[طبقات المدلسین بتحقیقی ۲/۵۶]اور روایت معنعن (عن سے) ہے۔وذکرہ فی المدلسین العلائي [جامع التحصیل ص ۱۰۷]وابوزرعہ ابن العراقی (۲۸) والسیوطی (۲۴) والحلبی (ص ۳۳) والمقدسی وغیرھم

ابن عباس سے ہی ایک روایت میں ہے کہ :

" في كل أرض نحو إبراهيم عليه السلام "

ہر زمین میں ابراہیم علیہ السلام جیسے ہیں۔

[الاسماء والصفات ص ۳۸۹، ۳۹۰ ونسخہ اخریٰ ص ۴۹۳ والمستدرک للحاکم ۴۹۳/۲ ح ۳۸۲۳ وصححہ علی شرط الشیخین ووافقہ الذھبی !]

اس کا راوی عبدالرحمٰن بن الحسن بن عبید الھمدانی : کذاب ہے۔دیکھئے لسان المیزان [۴۱۱/۳] ومیزان الاعتدال [۵۵۶/۲]

اس کذاب کے وجود کے باوجود امام بیہقی فرماتے ہیں کہ :

" إسناد هذا عن ابن عباس رضي الله عنهما صحيح، وهو شاذ ظرة"

اس کی سند ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (بظاہر) صحیح ہے اور یہ بالکل شاذ ہے۔

[الاسماء والصفات ص ۳۹۰]

عین ممکن ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کے پیشِ نظر تفسیر ابن جریر [ج ۲۸ ص ۹۹] والی سند بھی ہو جس میں عبدالرحمٰن بن الحسن مذکور موجود نہیں ہے۔تاہم سند کا بظاہر صحیح ہونا فی الحقیقت اُس کے صحیح ہونے کی دلیل صرف اس وقت ہوتا ہے جب دو شرطیں موجود ہوں :

(i) شاذ نہ ہو۔

(ii) معلول نہ ہو۔

چونکہ درج بالا قول ''شاذ'' ہے لہذا صحیح نہیں ہے۔ یہ عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ شاذ: ضعیف ہی کی ایک قسم ہے۔ دیکھئے اختصار علوم الحدیث لابن کثیر [ج۱ص۱۷۹ نوع۱۳]
قولِ مذکور کے شذوذ کے باوجود اس میں ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ محمد احسن نانوتوی ❶ نے اثر ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کی شریک القاضی والی روایت کی تصحیح کا عقیدہ رکھا اور اسی مضمون پر مہر ثبت کردی دیکھئے ''مولانا محمد احسن نانوتوی'' ص۸۵ تصنیف محمد ایوب قادری دیوبندی، مولوی نقی علی خان ❷ نے محمد احسن نانوتوی کی تکفیر کی اور اپنی عید کی نماز علیحدہ پڑھی۔

[مولانا محمد احسن نانوتوی ص۸۷]

محمد قاسم نانوتوی نے محمد احسن نانوتوی کے سوال پر (اُن کی تائید میں) مکمل رسالہ ''**تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس**'' لکھا۔ دیکھئے ''مولانا محمد احسن نانوتوی'' [ص۹۰]
محمد قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں:

''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''

[تحذیر الناس ص۳۴ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، وص۸۵ مطبوعہ مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ]

اس کتاب کے شروع میں نانوتوی صاحب اعلان کرتے ہیں کہ:

''سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں

---

❶ پیدائش تقریباً ۱۲۴۱ھ اور وفات ۱۳۱۲ھ [مولانا محمد احسن نانوتوی ص۲۲]
❷ نقی علی خان بن رضا علی خان البریلوی، احمد رضا خان بریلوی کے والد تھے۔ پیدائش ۱۲۴۶ھ اور وفات ۱۲۹۷ھ [دیکھئے نزھۃ الخواطر ج۷ص۵۵۸]

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیئے اور اس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تأخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی'' [تحذیر الناس ص۴، ۵ نسخہ اخریٰ ص۴۱، ۴۲]

معلوم ہوا کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک، نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے بعد بالفرض اگر کوئی نبی ''پیدا'' ہوجائے تو ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ بعینہ یہی عقیدہ مرزائیوں قادیانیوں کا ہے۔[دیکھئے احمدیہ پاکٹ بک ص۲۰۷ تصنیف: قاضی محمد نذیر قادیانی، وافادات قاسمیہ ص التصنیف: ابوالعطا جالندھری قادیانی، رسالہ: خاتم النبیین کے بہترین معنی ص۴]

قاری محمد طیب [1] مہتم مدرسہ دیوبند کہتے ہیں کہ:

''جواب کا حاصل یہ ہے کہ ختم نبوت کا معنی قطع نبوت کا نہیں کہ نبوت قطع ہوگئی۔ دنیا سے منقطع ہوگئی۔ ختم نبوت کے معنی تکمیل نبوت کے ہیں یعنی نبوت کامل ہوگئی اور چیز کے کامل ہونے کے بعد کوئی درجہ باقی نہیں رہتا ہے کہ وہ آئے۔''

[خطبات حکیم الاسلام ج۱ ص۳۷ مطبوعہ نعمان پبلشنگ کمپنی لاہور]

قاری طیب صاحب مزید فرماتے ہیں کہ:

''تو یہاں ختم نبوت کا یہ معنی لینا کہ نبوت کا دروازہ بند ہوگیا۔ یہ دنیا کو دھوکہ دینا ہے۔ نبوت مکمل ہوگئی، وہی کام دے گی قیامت تک، نہ یہ کہ منقطع ہوگئی اور دنیا میں اندھیرا پھیل گیا...''

معلوم ہوا کہ قاری طیب صاحب ختم نبوت بمعنی انقطاع نبوت کے قائل نہیں ہیں۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

---

[1] دیکھئے ص۱۱۵۔۱۲۱

"إن الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبي"

بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی پس میرے بعد نہ کوئی رسول پیدا ہوگا اور نہ نبی۔

[سنن الترمذی ح۲۲۷۲ وقال صحیح غریب، وصححہ الحاکم علی شرط مسلم (۳۹۱/۴) ووافقہ الذہبی]

عبدالماجد دریابادی [1] بیان کرتے ہیں کہ:

''سنہ خوب یاد نہیں، غالباً ۱۹۳۰ء تھا، حکیم الامت تھانوی کی محفل خصوصی میں نماز چاشت کے وقت حاضری کی سعادت حاصل تھی ذکر مرزائے قادیانی اور ان کی جماعت کا تھا اور ظاہر ہے کہ ذکر ''ذکر خیر'' نہ تھا حاضرین میں سے ایک صاحب بڑے جوش سے بولے ''حضرت ان لوگوں کا دین بھی کوئی دین ہے نہ خدا کو مانیں نہ رسول کو'' حضرت نے معاً لہجہ بدل کر ارشاد فرمایا کہ: ''یہ زیادتی ہے، توحید میں ہمارا ان کا کوئی اختلاف نہیں، اختلاف رسالت میں ہے اور اس کے بھی صرف ایک باب میں یعنی عقیدۂ ختم رسالت میں، بات کو بات کی جگہ پر رکھنا چاہئے۔ جو شخص ایک جرم کا مجرم ہے، یہ تو ضرور نہیں کہ دوسرے جرائم کا بھی ہو'' ارشاد نے آنکھیں کھول دیں...''

[سچی باتیں ص۲۱۳ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی]

[1] تفسیر ماجدی کے مصنف، ''صدق'' اور ''صدق جدید'' کے ایڈیٹر، ولادت ۱۳۰۱ھ اور وفات ۱۳۹۷ھ، عبدالقدوس ہاشمی نے کہا: ''مولانا عبدالماجد دریابادی ایک قوی الیقین اور راسخ العقیدہ عالم تھے''

[مقدمہ سچی باتیں د]

اُمتیوں کا عمل اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام

محمد قاسم نانوتوی صاحب (اپنے ہاتھ سے) لکھتے ہیں کہ:

''دلیل اس دعویٰ کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی اُمت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہوجاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔۔۔'' [تحذیرالناس ص ۷ ونسخہ اخریٰ ص ۴۷]

معلوم ہوا کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک اُمتی اعمال میں اپنے نبی ﷺ سے بھی بعض اوقات بڑھ جاتے ہیں۔

دیوبندی تبلیغی جماعت کے بانی محمد الیاس [1] صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اور اگر حق تعالیٰ کسی کام کو لینا نہیں چاہتے ہیں تو چاہے انبیاء بھی کتنی کوشش کرلیں تب بھی ذرہ نہیں ہل سکتا۔ اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہوسکے''

[مکاتیب الیاس [2] ص ۱۰۶، ۱۰۷ کارکنوں اور دوستوں کے نام]

نانوتوی کے قلب پر نبوت کا فیضان

نانوتوی صاحب کا یہ خیال تھا کہ جہاں وہ تسبیح لے کر بیٹھتے ہیں تو اس قدر گرانی ہوتی ہے جیسے سوسومن کے پتھر کسی نے رکھ دیئے ہیں، زبان وقلب سب بستہ ہوجاتے ہیں۔ اس کیفیت کو سننے کے بعد حاجی امداداللہ نے کہا: ''یہ نبوت کا آپ کے قلب پر فیضان ہوتا ہے، اور یہ وہ ثقل ہے جو حضور ﷺ کو وحی کے وقت محسوس ہوتا تھا'' [سوانح قاسمی ج ۱ ص ۲۵۸، ۲۵۹ و ص ۳۰۱]

---

[1] محمد الیاس (اختر الیاس) بن محمد اسماعیل کاندھلوی، ولادت ۱۳۰۳ھ وفات ۱۹۴۴ء بمطابق ۱۳۶۴، دیکھئے تذکرہ مشائخ دیوبند ص ۳۸۵، ۳۹۸

[2] مطبوعہ دارالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی نمبر ۱

چند اہم عقائدِ نانوتوی

(1) قصیدہ بہاریہ در نعت رسول اللہ ﷺ میں نانوتوی صاحب فرماتے ہیں کہ :

''رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نجا نا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستار''

[قصائد قاسمی ص۶]

نیز فرمایا:

''کہاں وہ رتبہ کہاں عقل نارسا اپنی
کہاں وہ نورِ خدا اور کہاں یہ دیدۂ زار''

[قصائد قاسمی ص۵]

(2) منصور علی [1] خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ :

(نانوتوی صاحب)''بزرگوں کے مزار پر جایا کرتے، دعا کر کے چلے آتے''

''سماع اولیاء اللہ کے قائل تھے''

''اگر اکیلے کسی مزار پر جاتے اور دوسرا شخص وہاں موجود نہ ہوتا تو آواز سے عرض کرتے کہ آپ میرے واسطے دعا کریں'' [سوانح قاسمی ج۲ص۲۹]

(3) سید الطائفہ الدیوبندیہ، حاجی امداد اللہ [2] صاحب فرماتے ہیں کہ :

''نکتہ شناسا مسئلہ وحدت الوجود حق وصحیح ست دراں مسئلہ شکے وشبہینیست معتقد وفقیر وہمہ مشائخ فقیر ومعتقد کسانیکہ بافقیر بیعت کردہ وتعلق پیدارندہمیں ست مولوی محمد قاسم وغیرہم از عزیز ایں فقیر اند وتعلق بافقیر میدارند ہیچ گاہ خلاف اعتقادات فقیر وخلاف مشرب مشائخ طریق خود مسلکی نخواند پذیرفت''

---

[1] منصور علی خان مراد آبادی، نانوتوی صاحب کے تلامذہ میں سے تھے (حکایات اولیاء ص۲۶۴ حکایت نمبر ۲۵۱)
[2] دیکھئے ص۶۱

''نکتہ شناسا مسئلہ وحدۃ الوجود حق وصحیح ہے اس مسئلہ میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔
فقیر ومشائخ فقیر اور جن لوگوں نے فقیر سے بیعت کی ہے سب کا اعتقاد یہی ہے
مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم ومولوی رشید احمد صاحب ومولوی محمد یعقوب
صاحب مولوی احمد حسن صاحب وغیرہم فقیر کے عزیز ہیں اور فقیر سے تعلق رکھتے
ہیں کبھی خلاف اعتقادات فقیر وخلاف مشرب مشائخ طریق خود مسلک اختیار نہ
کریں گے''

[کلیات امدادیہ، رسالہ دربیان وحدۃ الوجود ص ۲۱۸، شمائم امدادیہ ص ۳۲]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ محمد قاسم نانوتوی صاحب بھی عقیدہ وحدت الوجود کے قائل تھے۔
چند مشہور کتبِ لغت سے وحدت الوجود کا معنی ومفہوم درج ذیل ہے:

''وحدت الوجود (ع) تمام موجودات کو اللہ تعالیٰ کا وجود خیال کرنا۔ اور وجود
ماسوٰی کو محض اعتباری سمجھنا۔ جیسے قطرہ۔ حباب۔ موج اور قعر وغیرہ سب کو پانی
معلوم کرنا'' [حسن اللغات فارسی اردو ص ۹۴۱]

''وحدت الوجود (عف، امذ) صوفیوں کی اصطلاح میں تمام موجودات کو خدا
تعالیٰ کا وجود ماننا اور ماسوا کے وجود کو محض اعتباری سمجھنا''

[علمی اردو لغت ص ۱۵۵۱، تصنیف: وارث سرہندی]

یہی عبارت معمولی اختلاف کے ساتھ ''فیروز اللغات اردو'' ص ۱۴۰۷ میں بھی موجود ہے۔

''سب موجودات عالم کو وجود باری تعالیٰ سمجھنا'' [لغات سعیدی ص ۸۵۶]

''تمام موجودات کو خدا کا وجود جاننا'' [جامع اللغات اردو ص ۷۰۳]

''کل موجودات کے وجود کو صرف اللہ تعالیٰ کا ایک وجود سمجھنا، اور ماسوا اللہ کے
وجود کو محض اعتباری جاننا'' [فرہنگ فارسی ص ۸۱۷]

''صوفیوں کی اصطلاح میں کل موجودات کو ایک وجود حق تعالیٰ کا جاننا۔ اور وجود

ماسِوا کو محض اعتباری سمجھنا جیسے موج اور حباب اور بھنور اور قطرہ وغیرہ سب کو پانی معلوم کرنا۔'' [لغات کشوری ص۵۵۵،۵۵۶]

''وحدت الوجود۔ ع۔ (صوفیوں کی اصطلاح) تمام موجودات کو صرف اعتباری اور فرضی ماننا۔ اصل میں تمام چیزیں وجود خدا ہی ہیں جیسے کہ پانی کہ وہی بلبلہ ہے وہی لہر اور وہی سمندر۔ وحدہ لاشریک خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں''
[جامع نسیم اللغات ص۱۲۱۵]

''وحدۃ الوجود باصطلاح متصوفین موجودات راہمہ یک وجود حق سبحانہ تعالیٰ دانستن ووجود ماسوا را محض اعتبارات شمردن چنانچہ موج وحباب وگرداب وقطرہ وژالہ ہمہ رایک آب پنداشتن'' [غیاث اللغات مع منتخب اللغات ص۷۲۲]

اہل لغت کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ وحدت الوجود کے عقیدے میں خالق ومخلوق، عابد ومعبود کا فرق مٹ جاتا ہے۔ کائنات کی ہر چیز کو اللہ کا ہی وجود سمجھا جاتا ہے۔ **تعالی اللہ عما یقولون علواً کبیرًا**

ایک شخص نے حاجی امداد اللہ کو اُن کے ایک مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ:

''اس مضمون سے معلوم ہوا کہ عابد ومعبود میں فرق کرنا شرک ہے''

تو حاجی امداد اللہ صاحب نے جواب دیا کہ:

''کوئی شک نہیں کہ فقیر نے یہ سب ضیاء القلوب میں لکھا ہے'' [شمائم امدادیہ ص۳۴]

نانوتوی صاحب، حاجی امداد اللہ صاحب اور رشید احمد گنگوہی صاحب وغیرہم کا یہ عقیدہ وحدت الوجود قرآن، حدیث، اجماع اور آثار سلف صالحین کے سراسر خلاف ہے۔ اس باطل عقیدے کے تفصیلی رد کے لیے دیکھئے:

۱۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (متوفی ۷۲۸ھ) کی کتاب ''**ابطال وحدۃ الوجود والردعلی القائلین بھا**'' **مطبوعہ لحبنۃ البحث العلمی، الکویت**

۲۔ محدث برہان الدین البقاعی رحمہ اللہ (متوفی ۸۸۵ھ) کی کتاب ''**تنبیہ الغبي إلی**

تكفير ابن عربي''اور'' تحذير العباد من أهل العناد ببدعة الاتحاد ''

۳۔ ملا علی قاری کی کتاب ''الرد علی القائلین لوحدۃ الوجود'' مطبوعہ: دار المامون للتراث، الشام ۱۴۱۵ھ

نانوتوی صاحب اپنے افعال واقوال کی روشنی میں

(1) شیعوں کے ''مجتہد مولوی'' حامد حسین صاحب لکھنوی کے سامنے محمد قاسم نانوتوی صاحب نے اپنا تاریخی نام خورشید حسن بتایا تھا۔

''اور مولوی حامد حسین کو اس کا پتہ نہ چل سکا کہ وہ مولانا محمد قاسم صاحب سے گفتگو کر رہے ہیں'' [سوانح قاسمی ج۲ص۶۵]

(2) عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی صاحب، نانوتوی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''جا رہے تھے کہ دَوِش [1] راستہ میں ملی آپ ہی کی گرفتاری میں تھی۔ خدا کی شان ہے کہ آپ ہی سے پوچھا کہ: مولوی محمد قاسم کہاں ہیں؟ آپ نے ایک قدم آگے بڑھا کر پچھلے پاؤں کی جانب نظر ڈالی اور فرمایا: ابھی تو یہاں تھا۔ یہ فرما کر آگے چلے گئے اور دَوِش نے مکان پر جا کر تلاشی لی۔ آخر ناکام واپس ہوئے''

ان دو واقعات سے معلوم ہوا کہ نانوتوی صاحب بہت چالاک اور مدلس تھے۔ تدلیس فی المتن کی یہ دونوں نمایاں مثالیں ہیں۔ روایت بالا کے باقی متن کے لئے دیکھئے (ص۴۳)

(3) عاشق الٰہی میرٹھی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی [2] اپنے رفیق جانی مولانا

---

[1] غالباً: سپاھیوں کا دستہ

[2] رشید احمد گنگوہی صاحب

قاسم ❶ العلوم اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہوگیا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار ❷ کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا۔ اِس لیئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکا ❷ ر پر جان نثاری کے لئے تیار ہوگیا۔ اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زِہرہ آب ہوجائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لئے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیر ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے''

[تذکرۃ الرشید ج۱ ص۷۴، ۷۵]

عاشق الٰہی میرٹھی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ :

''جب بغاوت و فساد کا قصہ فرو ہوا اور رحمدل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پا کر باغیوں کی سرکوبی شروع کی تو جن بزدل مفسدوں کو سوائے اسکے اپنی رہائی کا کوئی چارہ نہیں تھا کہ جھوٹی سچی تہمتوں اور مخبری کے پیشہ سے سرکای خیرخواہ اپنے کو ظاہر کریں اُنہوں نے اپنا رنگ جمایا اوان گوشہ نشین حضرات پر بھی بغاوت کا الزام لگایا۔'' [تذکرۃ الرشید ج۱ ص۷۶]

عاشق الٰہی صاحب/ نانوتوی، گنگوہی وغیرہما کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :

''اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیرخواہ تھے تا زیست خیرخواہ ہی ثابت رہے'' [تذکرۃ الرشید ج۱ ص۷۹]

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ :

(۱) شاملی کی جنگ: انگریزوں کی حمایت میں، انگریزوں کے باغیوں کے خلاف لڑی گئی تھی۔

---

❶ محمد قاسم نانوتوی صاحب
❷ یعنی انگریز سرکار

(۲) نانوتوی، گنگوہی، حاجی امداداللہ وغیرہم انگریزوں کے دلی خیرخواہ اور وفادار تھے۔

(۳) انگریزوں کے ہندوستان سے جانے (۱۹۴۷ء) کے بعد جن دیوبندیوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے کہ شاملی کی جنگ انگریزوں کے خلاف لڑی گئی تھی وہ لوگ بالکل جھوٹے ہیں۔اُن کے پاس اس کذب وافترا کی کوئی تاریخی دلیل نہیں ہے۔

(۴) اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ محمد طیب دیوبندی دیوبندیوں اور مدرسہ دیوبند کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''پھر جس میں اکثریت ایسے حضرات کی تھی جو تارک الدنیا اور مسجد نشین بزرگ تھے، جنہیں سیاسیات سے تو بجائے خود، عام شہری معاملات سے بھی کوئی خاص لگاؤ نہ تھا اور یا ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پنشنر تھے جن کے بارہ میں گورنمنٹ کو شک وشبہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔''

[سوانح قاسمی، حاشیہ ج ۲ ص ۲۴۶، ۲۴۷]

اس موضوع پر لطیف اللہ صاحب طویل تحقیق کے بعد فیصلہ لکھتے ہیں کہ:

''مختلف حقائق وشواہد سے یہ حقیقت بے غبار ہو چکی ہے کہ حاجی صاحب، مولانا نانوتوی اور مولانا گنگوہی رحمہم اللہ ۱۸۵۷ کے واقعات میں شریک نہ تھے۔نہ سرکاری دستاویزات میں ان حضرات کے ناموں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اگر اس مفروضے میں ذرہ برابر حقیقت ہوتی تو انگریز اس دور میں جس ذہنی اور نفسیاتی کیفیت میں مبتلا تھا، ان حضرات کو یقیناً اذیت پہنچانے میں دریغ نہ کرتا۔مولانا گنگوہیؒ پر مقدمہ قائم ہوا لیکن بری کر دیئے گئے۔اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ حضرت علیہ الرحمۃ نہ واقعات میں شریک تھے نہ لائق سزا قرار دیئے گئے۔'' [انفاس امدادیہ ص ۱۰۶، مطبوعہ ادارہ نشر المعارف کراچی]

سید محمد میاں دیوبندی نے اس سلسلے میں انگریزوں کے برصغیر سے جانے کے بعد جو تاریخ سازی کی ہے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لطیف اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

''مولانا سید محمد میاں کے مذکورہ بالا بیانات تضاد وتناقض سے پر ہیں ۔نیز ان کے ذریعے تاریخ کو غلط طور پر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔''

[انفاس امدادیہ ص۹۰]

(4) نانوتوی صاحب نے انگریزی دور کے بارے میں لکھا ہے کہ :

''ہندوستان دارالاسلام ہے'' [قاسم العلوم مکتوب ہفتم ص۴۵۵،جمع محمد انوارالحسن شیرکوٹی،طبع خیاباں پریس لاہور]

(5) نانوتوی صاحب ایک خط میں لکھتے ہیں کہ :

''دہلی کے اکثر علماء نے (مولانا نذیر حسین محدث کے علاوہ)اس ناکارہ کے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور فتویٰ پر مہریں کرا کر علاقے میں ادھر ادھر مزید مہریں لگوانے کے لئے بھیج دیا ہے''

[قاسم العلوم،جدید ص۳۰۸،۳۰۹تصنیف:نورالحسن راشد،مطبوعہ مکتبہ سید احمد شہید لاہور]

(6) دیوبندیوں کے حکیم الامت:اشرف علی تھانوی صاحب روایت کیا کرتے تھے کہ :

''اور اپنی نسبت (حضرت نانوتوی)فرماتے تھے کہ میں بے حیا ہوں،اس لئے وعظ کہہ لیتا ہوں''[سوانح قاسمی ج۱ص۳۹۹بحوالہ قصص الہادی جمادی الثانی ۵۷ھ ص۱۳]

نیز یہی عبارت مختصراً سوانح قاسمی ج۱ص۴۰۷ پر بھی درج ہے۔

(7) عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی صاحب فرماتے ہیں کہ :

''ایک بار ارشاد فرمایا[1] میں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب عروس[2] کی صورت میں ہیں اور میرا اُن سے نکاح ہوا ہے سو جس طرح زن وشوہر میں ایک کو دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مجھے اُن سے اور

---

[1] یعنی رشید احمد گنگوہی نے ارشاد فرمایا

[2] دلہن

اُنہیں مجھ سے فائدہ پہونچا ہے انہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کر کے ہمیں مرید کرایا اور ہم نے حضرت سے سفارش کر کے انہیں مرید کرادیا حکیم محمد صدیق صاحب کاندھلوی نے کہا **الرجال قوامون علی النساء** آپ نے فرمایا ہاں آخر اُنکے بچوں کی تربیت کرتا ہی ہوں'' [تذکرۃ الرشید ج۲ص۲۸۹]

اس بیان سے معلوم ہوا کہ گنگوہی صاحب کا خواب میں محمد قاسم نانوتوی صاحب سے نکاح ہوا تھا۔اور یہ بات ہر دیوبندی کے عقیدے میں ہے کہ نانوتوی اوگنگوہی دونوں نیک اور صالحین میں سے تھے۔صالحین کے خوابوں کو شیطانی خواب کہہ کر رد بھی نہیں کیا جاسکتا،خصوصاً جب کہ وہ اس سے استدلال کررہے ہیں۔اب یہ سوال ہے کہ:

۱۔ یہ نکاح پڑھانے والا کون تھا؟

۲۔ حق مہر کتنا باندھا گیا؟

۳۔ فقہ دیوبندی کا وہ کونسا مسئلہ ہے جس سے دومردوں کے باہمی نکاح کر لینے کا جواز ثابت ہوتا ہے؟

یہ تو خیر خواب کا ذکر تھا اب عالم ہوش کا ایک ہوش ربا واقعہ پڑھ لیں۔

حکایات اولیاء میں لکھا ہے کہ:

''حکایت (۳۰۵) حضرت والد ماجد مولٰنا حافظ محمد احمد صاحب عمِ محترم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہما نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ گنگوہ کے خانقاہ میں مجمع تھا۔حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ کے مرید وشاگرد سب جمع تھے۔اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے۔کہ حضرت گنگوہیؒ نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا یہاں ذرا لیٹ جاؤ۔حضرت نانوتویؒ کچھ شرما سے گئے۔مگر حضرت نے پھر فرمایا تو بہت ادب کے ساتھ چت لیٹ گئے۔حضرت بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کو کروٹ لے کر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا۔جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے۔

مولانا ہر چند فرماتے ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو یہ لوگ کیا کہیں گے۔ حضرت نے فرمایالوگ کہیں گے کہنے دو۔'' [ارواح ثلاثہ ص ۳۰۷ حکایت: ۳۰۵]

عشق کا یہ کھیل لوگوں کی موجودگی میں کھیلا گیا تھا جس پر نانوتوی صاحب کچھ شرما گئے تھے۔ خلوت میں کیا کیا کاروائیاں ہوئی ہوں گی اُن کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

(6) مناظر احسن گیلانی دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

''اسی پور قاضی [1] ہی کے شیعوں کے متعلق مولانا طاہر صاحب نے اپنے والد ماجد حافظ محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ سیدنا الامام الکبیر [2] جس زمانہ میں پور قاضی [1] پہنچے تھے تو اتفاقاً یہ محرم کا مہینہ تھا، حضرت والا کی تشریف آوری کی خبر پور قاضی کے شیعوں کو ہوئی تو ایک وفد ان کے سر برآوردوں کا خدمت گرامی میں حاضر ہوا اور یہ خواہش کی کہ ماتم کی مجلس میں شریک ہو کر پور قاضی کے شیعوں کو ممنون فرمایا جائے۔ خلاف توقع بجائے انکار کے حضرت نے فرمایا کہ میری ایک شرط بھی منظور کی جائے تو میں اس مجلس میں شریک ہو سکتا ہوں، جو شرط پیش کی گئی اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیعوں کے ساتھ حضرت والا کے قلبی تعلق کا کیا حال تھا؟ شرط یہ تھی کہ اسی مجلس میں جو کچھ عرض کروں، اسے سن لیں ۔وفد نے اس شرط کو تو منظور کر لیا، مگر اسی کے ساتھ ان کی طرف سے مزید مطالبہ پیش ہوا کہ آپ کے وعظ سے پہلے مجلس ہو گی، اس میں حلوا بھی تقسیم ہوتا ہے، وہ بھی آپ کو قبول کرنا پڑیگا۔ آپ نے اس اضافہ کو بھی مان لیا اور حسبِ وعدہ ماتم کی مجلس میں حاضر بھی ہوئے، حلوا جو دیا گیا، اسے بھی لے لیا[۔''سوانح قاسمی ج۲ص۲۶]

اس حکایت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

---

[1] ایک قصبے کا نام

[2] محمد قاسم نانوتوی صاحب

۱۔ نانوتوی صاحب کا شیعوں (رافضیوں) کے ساتھ قلبی تعلق تھا۔

۲۔ نانوتوی صاحب ماتمی مجلس میں شریک ہوکر وعظ کرتے تھے۔

۳۔ نانوتوی صاحب شیعوں کی مجلس والا حلوا قبول کر لیتے تھے۔

۴۔ نانوتوی صاحب شیعوں کی تکفیر نہیں کرتے تھے ورنہ انہیں بتا دیتے کہ میں مسلمان ہوں اور تم کافر ہو۔ اس خاص موقعہ پر اتنی اہم بات سے خاموش ہونا اس کی واضح دلیل ہے کہ نانوتوی صاحب شیعوں کو کافر یا گمراہ نہیں سمجھتے تھے۔

تنبیہ بلیغ:

آگے لکھا ہوا ہے کہ ''اس وعظ کے بعد بہت سے لوگوں نے توبہ کی''

جس پر گیلانی صاحب لکھتے ہیں کہ :

''بظاہر اس کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ شیعی عقائد سے تائب ہوکر لوگ سُنی بن گئے'' [سوانح قاسمی ج۲ص۶۷]

عرض ہے کہ ''ہوسکتا ہے'' سے کام نہیں چلے گا۔ ''ہوا ہے'' والی دلیل پیش کریں۔ ''ہوسکتا ہے'' کے ساتھ جھوٹی اور من گھڑت بات کو مسلمانوں میں شائع کرنا انتہائی مذموم حرکت ہے۔

(7) نانوتوی صاحب کے بارے میں ایک صاحب لکھتے ہیں کہ :

''جس زمانہ میں مولوی صاحب (مولانا نانوتوی) میرے مکان میں رہتے تھے، مولوی صاحب کی صورت پر جذب کی حالت برستی تھی''

[سوانح قاسمی ج۱ص۲۷۶]

''بال سر کے بڑھ گئے تھے نہ دھونا، نہ کنگھی، نہ تیل، نہ کترے، نہ درست کئے''

''عجیب صورت تھی'' ''جوئیں بھی بہت ہوگئی تھیں'' [سوانح قاسمی ج۱ص۲۷۷] [1]

---

[1] یہ عبارتیں ''سوانح عمری : نانوتوی'' ص۷ تصنیف محمد یوسف نانوتوی، اور قاسم العلوم/نور الحسن راشد ص۱۸۹ پر موجود ہیں ''عجیب'' الخ کی جگہ ''عجب صورت تھی'' اور ''جوئیں بھی بہت'' کے بجائے ''جوئیں بہت ہوگئی تھیں'' لکھا ہوا ہے۔

8) سید اصغر حسین دیوبندی، محمد قاسم نانوتوی صاحب کے درس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''اچھے اچھے ذی استعداد مولوی اس شرط پر شریک کئے جاتے تھے کہ صرف سنتے رہیں۔عبارت پڑھنے یا کچھ دریافت کرنے کا حق نہ ہوگا۔لوگ خوشی سے قبول کرتے اور حاضر ہوتے'' [حیات شیخ الہند ص۲۰ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور]

9) حکایات اولیاء میں محمد قاسم نانوتوی صاحب کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ:

''مولانا بچوں سے ہنستے بولتے بھی تھے اور جلال الدین صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب صاحب سے جو اس وقت بالکل بچے تھے، بڑی ہنسی کیا کرتے تھے۔کبھی ٹوپی اُتارتے کبھی کمر بند کھول دیتے تھے ''

[ارواح ثلاثہ ص ۲۸۷ حکایت نمبر ۲۷۵]

10) رامپور کے دو مخالف ومعاون بھائیوں سے نانوتوی صاحب کا بچپن سے میل جول تھا۔نانوتوی صاحب کا یہ معمول تھا کہ جب رامپور تشریف لے جاتے تو ان دونوں بھائیوں سے ملنے ضرور جاتے ۔حکیم ضیاء الدین صاحب کو یہ معمول ناگوار تھا۔گنگوہی صاحب نے حکیم ضیاءالدین کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''حکیم صاحب آپ کیا فرما رہے ہیں۔آپ ان کے قلب کی حالت ملاحظہ نہیں فرماتے۔جس شخص کے قلب میں ایمان کی طرح یہ راسخ ہو چکا ہے کہ دنیا میں اس سے زیادہ ذلیل وخوار کوئی ہستی نہیں ہے تو ایسے شخص کو آپ کس طرح کہیں آنے جانے سے روک سکتے ہیں۔اور کہیں چلے جانے سے ان پر اثر کیا ہوسکتا ہے''

[ارواح ثلاثہ ص۲۵۴ حکایت نمبر ۲۳۶]

عقائد الاسلام کا حوالہ:

عبدالحق حقانی دہلوی (متوفی ۱۳۳۶ھ) صاحب تفسیر حقانی نے ''عقائد الاسلام'' نامی ایک کتاب لکھی ہے۔اس کتاب کے بارے میں حکیم محمد اسحاق حقانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اس کتاب کو مسلمانوں کے ہر طبقہ میں قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھا گیا اور طبقہ

علماء میں جو مقبولیت ہوئی اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ استاد العلماء محدث و مفسر بانی مدرسہ دیوبند حضرت مولانا اور شیخنا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی تعریف میں حسب ذیل الفاظ تحریر فرمائے: اُردو میں یہ کتاب لاجواب میں نے اول سے آخر تک دیکھی۔ سچ یہ ہے کہ ایسی کتاب اس زبان میں نہ پہلے دیکھی نہ سُنی۔ مضمون کی خوبی مصنف کے کمال کی دلیل ہے اور کیوں نہ ہو۔ **یعرف الرجال بالمقال** زیادہ لکھنا فضول ہے دیکھنے والے خود دیکھ لیں گے کہ یہ کتاب کیسی ہے''

[مضمون: حقانی کی زندگی کے جستہ جستہ حالات، آخر: عقائد الاسلام ص۲۶۴]

اس کتاب عقائد الاسلام کے شروع میں لکھا ہوا ہے کہ:

''اور اہل سنت شافعی حنبلی مالکی حنفی ہیں اور اہل حدیث بھی ان ہی میں داخل ہیں''

[عقائد الاسلام ص۳ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور]

معلوم ہوا کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک اَہل حدیث اہل سنت میں داخل و شامل ہیں۔

مفتی کفایت اللہ دہلوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ہاں اہل حدیث مسلمان ہیں اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں۔ ان سے شادی بیاہ کا معاملہ کرنا درست ہے۔ محض ترک تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہل سنت والجماعۃ سے تارک تقلید باہر ہوتا ہے''

[کفایت المفتی ج ۱ ص ۳۲۵ جواب سوال نمبر ۳۷۰]

مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی فرماتے ہیں کہ:

''تقریباً دوسری تیسری صدی ہجری میں اہل حق میں فروعی اور جزئی مسائل کے حل کرنے میں اختلافِ انظار کے پیشِ نظر پانچ مکاتبِ فکر قائم ہو گئے یعنی مذاہب اربعہ اور اہل حدیث اِس زمانے سے لے کر آج تک انہی پانچ طریقوں میں حق کو منحصر سمجھا جاتا رہا''

[احسن الفتاویٰ ج ا ص ۳۱۶، مودودی صاحب اور تخریب اسلام ص ۲۰]

☆ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح بخاری کے بارے میں نانوتوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''وہ ایسے بڑے محدث امام المحدثین کی تصنیف ہے۔کہ جہاں میں نہ کوئی ثانی ان کا ہوا اور نہ ہو۔'' [قاسم العلوم، جدید ص ۶۳۸ تصنیف نور الحسن راشد، ھدیۃ الشیعہ ص ۲۵۹]

☆ نانوتوی صاحب نے حاجی امداد اللہ کو ایک خط میں لکھا:

''حضرت مخدوم قبلہ وکعبہ ماسلامت! '' [قاسم العلوم جدید ص ۲۸۴ مکتوب ششم]

''قبلہ دین وایمان من سلامت!'' [قاسم العلوم ص ۲۸۸ مکتوب ہشتم]

رشید احمد گنگوہی صاحب سے ان القاب ''قبلہ وکعبہ۔قبلہ دارین۔کعبہ کونین یا قبلہ دینی وکعبہ دنیوی'' وغیرہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

''ایسے کلمات مدح کے کسی کی نسبت کہنے اور لکھنے مکروہ تحریمہ ہیں لقولہ علیہ السلام...''

[تذکرۃ الرشید ج ا ص ۱۳۷]

☆ نانوتوی صاحب نے ایک جگہ کہا:

''بھائی یہ بحث ہو رہی ہے میں تو ایک جاہل سا آدمی ہوں مجھے تو کچھ پتہ نہیں ہے'' [مجالس حکیم الاسلام ص ۱۶۷]

نانوتوی صاحب نے محمد حسین بٹالوی صاحب سے کہا کہ:

''دوسرے یہ کہ میں مقلد امام ابوحنیفہ کا ہوں، اس لئے میرے مقابلہ میں آپ جو قول بھی بطورِ معارضہ پیش کریں وہ امام ہی کا ہونا چاہئے۔ یہ بات مجھ پر حجت نہ ہوگی کہ شامی نے یہ لکھا ہے اور صاحب درمختار نے یہ فرمایا ہے، میں اُن کا مقلد نہیں'' [سوانح قاسمی ج ۲ ص ۲۲]

2 - گنگوھی کا جھوٹ (۲):

رشید احمد گنگوہی [1] نے اپنے پیرومرشد حاجی امداد اللہ کو ایک خط لکھا تھا کہ :

''حضور نے جو بندہ نالایق کے حالات سے استفسار فرمایا ہے۔میرے ماورائے دارین اس ناکس کے کیا حالات اور کس درجہ کی کوئی خوبی ہے جو آفتاب کمالات کے روبرو عرض کروں بخدا سخت شرمندہ ہوں کچھ نہیں ہوں مگر جو ارشاد حضرت ہے تو کیا کروں بناچاری کچھ لکھنا پڑتا ہے حضرت مرشد من علم ظاہری کا تو یہ حال ہے کہ آپ کی خدمت سے دور ہوئے غالباً عرصہ سات سال سے کچھ زیادہ ہوا ہے اس سال تک دوسو سے چند عدد زیادہ آدمی سند حدیث حاصل کر کے گئے اور اکثر ان میں وہ ہیں کہ انہوں نے درس جاری کیا اور سنت کے احیاء میں سرگرم ہوئے اور اشاعت دین اُن سے ہوئی اور اس شرف سے زیادہ کوئی شرف نہیں اگر قبول ہوجاوے ۔اور حضرت کے اقدام نعلین کی حاضری کے ثمرہ کا یہ خلاصہ ہے کہ جز رقلب میں غیر حق تعالیٰ سے نفع وضرر کا التفات نہیں واللہ بعض اوقات اپنے مشائخ کی طرف سے علیحدگی ہوجاتی ہے لہذا کسی کے مدح وذم کی پروانہیں رہی ۔اور ذام ومادح کو دور جانتا ہوں اور معصیت کی طبعاً نفرت اور اطاعت کی طبعاً رغبت پیدا ہوگئی ہے اور یہ اثر اسی نسبت یادداشت بیرنگ کا ہے جو مشکوۃ انوار حضرت سے پوہنچا ہے پس زیادہ عرض کرنا گستاخی اور شوخ چشمی ہے یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے جھونٹا ہوں کچھ نہیں ہوں تیرا ہی ظل ہے تیرا ہی وجود ہے میں کیا ہوں کچھ نہیں ہوں اور وہ جو میں ہے

---

[1] دیکھئے ص ۳۸

(2) وہ تو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ
لاحول ولاقوۃ الا باللہ ۔اب عرض سے معذور فرما کر قبول فرماویں والسلام
۱۳۰۶ ہجری‘‘

[مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰ مکتوب نمبر ۱۳ فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۵، ۵۵۶ دوسرا نسخہ ص ۵۵۷، ۵۵۸]

اس خط میں گنگوہی صاحب نے علانیہ طور پر اپنے جھوٹا ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ (3)

رشید احمد گنگوہی کا تعارف

نام: ’’رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد صاحب بن قاضی پیر بخش بن قاضی غلام حسن‘‘

[تذکرۃ الرشید ج ا ص ۱۳ و اکابر علماء دیو بند ص ۱۹]

ماں کی طرف سے سلسلہ نسب: ’’رشید احمد صاحب بن مسماۃ کریم النساء بنت فرید بخش‘‘

[تذکرۃ الرشید ج ا ص ۱۳]

آپ ۱۲۴۴ھ میں گنگوہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۳ھ میں اس فانی دنیا سے اگلے جہان کو سدھار ہے۔

اساتذہ: ’’روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فارسی کا کچھ حصہ مولوی محمد غوث صاحب سے بھی پڑھا ہے‘‘ [تذکرۃ الرشید ج ا ص ۲۶]

’’مولوی محمد بخش صاحب رامپوری حضرت کے نہایت ہی شفیق اُستاد تھے‘‘

[تذکرۃ الرشید ج ا ص ۲۶]

ان دو کے علاوہ دوسروں سے بھی گنگوہی صاحب نے پڑھا ہے مثلاً مملوک علی وغیرہ سے۔

[دیکھئے ’’بیس بڑے مسلمان‘‘ ص ۵۱]

پیر: حاجی امداد اللہ

---

(2) فضائل صدقات میں ’’اور وہ جو میں ہوں وہ تُو ہے..‘‘ اِلخ لکھا ہوا ہے۔
(3) دیکھئے ص ۱۵، ۱۶

حاجی صاحب کا تفصیلی تذکرہ آگے ص ۵۰ پر آرہا ہے

تصانیف: آپ کی درج ذیل کتابیں بہت مشہور ہیں۔

(1) فتاویٰ رشیدیہ (2) امداد السلوک (3) ھدایۃ الشیعہ (4) اوثق العری فی تحقیق الجمعۃ فی القری

(5) سبیل الرشاد (6) ھدایۃ المعتدی فی قراءۃ المقتدی (7) رسالہ تراویح وغیرہ

[دیکھئے ''بیس بڑے مسلمان'' ص ۲۲۵]

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے انوار ساطعہ کے جواب میں ''براہین قاطعہ'' نامی کتاب لکھی جس کے بارے میں عبدالرشید ارشد دیوبندی نے لکھا ہے کہ:

''انوار ساطعہ کا جواب نیز رد بدعات و تحقیق سنت میں لاثانی کتاب جو حضرت کے حکم سے لکھی گئی اور آپ نے اول تا آخر بغور مطالعہ کر کے تصدیق فرمائی''

[بیس بڑے مسلمان ص ۲۲۵]

اب گنگوہی صاحب کی اپنی کتابوں اور آلِ دیوبند کی لکھی ہوئی کتابوں مثلاً تذکرۃ الرشید وغیرہ سے گنگوہی کے بعض عقائد و نظریات پیشِ خدمت ہیں:

(i) گنگوہی صاحب نے ایک سوال کے جواب میں کہا:

''مزارات اولیاء سے کاملین کو فیض ہوتا ہے مگر عوام کو اس کی اجازت دینی ہرگز جائز نہیں ہے اور تحصیل فیض کا طریقہ کوئی خاص نہیں ہے جب جانے والا اہل ہوتا ہے تو اس طرف سے حسبِ استعداد فیضان ہوتا ہے مگر عوام میں ان امور کا بیان کرنا کفر و شرک کا دروازہ کھولنا ہے فقط''

[فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۱۸ و تالیفات رشیدیہ ص ۱۰۵]

(۱) عاشق الٰہی میرٹھی صاحب نے گنگوہی صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''اس لئے کہ علماء میں آپ ہی پہلے عالم ہیں جو آنحضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہات پر بیعت ہوئے'' [تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۴۶، نیز دیکھئے ص]

(ii) گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''نیز مرید کو یقین کے ساتھ یہ جاننا چاہیے کہ شیخ کی رُوح کسی خاص جگہ میں مقید ومحدود نہیں ہے۔ پس مرید جہاں بھی ہوگا خواہ قریب ہو یا بعید تو گو شیخ کے جسم سے دور ہے لیکن اس کی روحانیت اس سے دور نہیں۔''

[امداد السلوک اردو ص ۶۴]

امداد السلوک کی فارسی عبارت: الشہاب الثاقب ص ۶۱، ۶۲ تصنیف: حسین احمد [1] مدنی، میں بھی موجود ہے۔ نیز دیکھئے الشہاب الثاقب کا دوسرا نسخہ ص ۲۴۰، ۲۴۱ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور۔

(iii) ایک سوال کے بارے میں گنگوہی صاحب نے جواب دیا کہ:

''لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء وانبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ ﷺ سب میں اعلیٰ ہیں لہذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے فقط'' [فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۱۸ و تالیفات رشیدیہ ص ۱۰۴]

حسین احمد مدنی صاحب نے گنگوہی صاحب کے بارے میں کہا:

''حضرت مولانا شمس العلماء العالمین وبدرالفضلاء الکاملین ابو حنیفہ الزماں جنید الدوراں امام ربانی ومحبوب سبحانی۔'' [شہاب الثاقب ص ۸۰]

غالباً اسی فتوے کو مدنظر رکھتے ہوئے گنگوہی صاحب نے حاجی امداد اللہ صاحب کو ''رحمت للعالمین'' قرار دیا۔ اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''مگر محبت کی کیفیت یہ تھی کہ جب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کا انتقال ہوا تو ہم نے تو ایک وقت کا کھانا بھی نہیں چھوڑا مگر مولانا [2] کو دست لگ گئے۔ کئی روز تک کھانا نہیں کھایا گیا۔ اس زمانے میں لوگوں نے اکثر یہی کہتے سنا کہ

---

[1] دیکھئے ص ۱۱۸
[2] رشید احمد گنگوہی

:ہائے رحمۃ للعالمین'' [1]

[معارف گنگوہی ص ۵۰، ۵۱ وحسن العزیز ج اص ۳۸۷ وقصص الاکابر ص ۶۹]

(iv) گنگوہی صاحب کی مصدقہ کتاب میں خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

''الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے'' [براہین قاطعہ ص ۵۵]

گنگوہی اور سہارنپوری کے ان بیانات سے معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک شیطان اور ملک الموت کو علم رسول اللہ ﷺ کے علم سے زیادہ ہے۔ شیطان اور ملک الموت کے لیئے زیادہ علم ماننا شرک نہیں مگر فخر عالم رسول اللہ ﷺ کے لیئے زیادہ علم ماننا شرک ہے۔؛'

گنگوہی صاحب نے کئی مرتبہ بحیثیت تبلیغ درج ذیل الفاظ کہے کہ:

''سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے میرے اتباع پر''

او کماقال [تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۷]

اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ:

''خان صاحب نے فرمایا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی محمد یحیٰ صاحب کاندہلوی سے فرمایا کہ فلاں مسئلہ شامی میں دیکھو مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ مسئلہ شامی میں تو ہے ہی نہیں فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ لاؤ شامی اٹھالاؤ

[1] اسی جھوٹی محبت کی تردید کے لیئے دیکھیئے ص ۴۳، تھانوی صاحب خود فرماتے ہیں کہ: ''ایک بار حضرت مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ جتنی محبت پیروں کے ساتھ مرید کو ہوتی ہے، حضرت حاجی صاحب سے مجھ کو اتنی نہیں''
[قصص الاکابر ص ۱۲۷]

۔شامی لائی گئی ۔حضرت اس وقت آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے ۔شامی کے دوثلث اوراق دائیں جانب کر کے اور ایک ثلث بائیں جانب کر کے اس انداز سے کتاب ایک دم کھولی اور فرمایا بائیں طرف کے صفحے پر نیچے کی جانب دیکھو۔ دیکھا تو وہ مسئلہ اسی حصے میں موجود تھا۔سب کو حیرت ہوئی ۔حضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری زبان سے غلط نہیں نکلوائے گا'' [حکایات اولیاء/ارواح ثلاثہ ص۳۰۹، ۳۱۰ حکایت نمبر ۳۰۸]

تھانوی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ :

''خان صاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی کی طبیعت علیل تھی اور میں آپ کے پاس اکیلا تھا اور پاؤں دبا رہا تھا۔ یہ زمانہ وہ تھا جس زمانہ میں براہین قاطعہ شائع ہوئی تھی اور اس پر لوگوں میں شورش ہورہی تھی۔حضرت نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ تخت پر جلوہ افروز ہیں اور مجھے سامنے کھڑا کیا ہے اور مجھ سے امتحاناً سو مسئلے پوچھے اور سو کے سو کا جواب میں نے دیا ہے۔اور آپ نے سب کی تصویب فرمائی اور نہایت مسرور ہوئے ۔اس کے بعد فرمایا کہ اس روز سے میں نہایت خوش ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اگر سارے عالم میرے خلاف ہوں گے تو انشاءاللہ تعالیٰ حق میری جانب ہوگا''

[حکایات اولیاء/ارواح ثلاثہ ص۳۰۵ حکایت نمبر ۳۰۲]

(vi) تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ :

''خان صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جوش میں تھے اور تصور شیخ کا مسئلہ درپیش تھا۔فرمایا کہ کہہ دوں عرض کیا گیا کہ فرمایئے ۔ پھر فرمایا کہہ دوں ۔عرض کیا گیا کہ فرمایئے۔ پھر فرمایا کہہ دوں عرض کیا گیا فرمایئے تو فرمایا کہ تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا ہے۔اور میں نے اُن سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ پھر اور جوش آیا۔ فرمایا کہہ دوں ۔عرض

حضرت ﷺ سال [1] کیا گیا حضرت ضرور فرمائیے۔فرمایا کہ (اتنے) سال میرے قلب میں رہے اور میں نے کوئی بات بغیر آپ سے پوچھے نہیں کی۔یہ کہہ کر اور جوش پیدا ہوا فرمایا کہ اور کہہ دوں۔عرض کیا گیا کہ فرمائیے۔مگر خاموش ہو گئے۔لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ بس رہنے دو۔اگلے دن بہت سے اصراروں کے بعد فرمایا بھائی پھر احسان کا مرتبہ رہا''

[حکایت اولیاء/ارواح ثلاثہ ص۳۰۸ حکایت نمبر ۳۰۷]

یہ عبارت محمد زکریا کاندہلوی [2] نے ''شریعت وطریقت کا تلازم'' میں بھی نقل کی ہے۔

[ص۱۸۸،۱۸۹]

(vii) رشید احمد گنگوہی صاحب نے ایک خط میں لکھا ہے کہ :

''اور میں اپنے اندر کو جانتا ہوں کہ اپنی محبت اور غرض سے پُر ہے تم تو دوسرے درجہ میں۔الحق کہ خود حضرت مرشدنا سے بھی مجھ کو جیسی چاہئے اعتقاد و محبت نہیں۔ایک بار خدمت میں حضرت کے بھی عرض کر دیا تھا کہ آپ کے سب خادموں سے اس بات میں کم ہوں ہر شخص کو کسی درجہ کی آپ کی محبت ہے اور اعتقاد مگر مجھ نالائق کو کچھ بھی نہیں اور یہ اس واسطے ذکر کیا تھا کہ نفاق اپنا ظاہر کر دوں اور حقیقت الحال کو عرض کر دوں ''

[مکاتیب رشیدیہ ص۵۲،۵۳ مکتوب نمبر ۶۰، نیز دیکھئے امداد المشتاق ص۱۹۰ دوسرا نسخہ ص۱۹۹]

(viii) عاشق الٰہی میرٹھی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ :

''حضرت مولانا [3] کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ آپ کا نام بھی مشتبہ اور قابلِ اخذ مجرموں کی فہرست میں درج ہو چکا ہے اور آپ کی گرفتاری و تلاش میں دَوِش

---

[1] ''یاد نہیں رہا کہ کتنے سال خان صاحب نے فرمائے۔۱۲'' یہ عبارت حکایاتِ اولیاء کے حاشیہ پر درج ہے۔

[2] دیکھئے ص

[3] رشید احمد گنگوہی صاحب

آیا چاہتی ہے مگر آپ کوہ استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے اور سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار ❶ کا فرمان بردار رہاہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار (۲) مالک ہے اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے اپنا تو بال برابر بھی فکر نہ تھا''

[تذکرۃ الرشید ج ا ص ۸۰]

(ix) اس کتاب کے ص ۲۸ پر (۲) کے تحت ایک حکایت گزر چکی ہے جس کے متصل بعد عاشق الٰہی میرٹھی ❷ صاحب: نانوتوی، گنگوہی وغیرہما کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :

''ہر چند کہ یہ حضرات حقیقۃً بے گناہ تھے مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے ان کو باغی ومفسد اور مجرم وسرکاری خطاوار ٹھیرا رکھا تھا اس لئے گرفتاری کی تلاش تھی مگر حق تعالٰی کی حفاظت برسر تھی۔ اس لئے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار ❸ کے دلی خیرخواہ تھے تا زیست خیرخواہ ہی ثابت رہے ہاں چند روز کی تفریق بین الاحباب مقدر تھی وہ اُٹھانی تھی سو اُٹھائی اور اس ضمن میں کرامات وخوارق عادات غیبی حفاظت کے سامان اور سچائی ثابت ہونے کے اسباب ظاہر ہوئے۔ اِس قصہ کے بعد مولانا مسجد میں رہتے اور کوئی کسی قسم کا تعرض نہ کرتا تھا۔ حضرت امام ربانی قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کو اس سلسلہ میں امتحان کا بڑا مرحلہ طے کرنا تھا اس لئے گرفتار ہوئے اور چھ مہینے حوالات میں بھی رہے آخر جب تحقیقات اور پوری تفتیش و چھان بین سے کالشّمس فی نصف النھار ثابت ہوگیا کہ آپ پر جماعت مفسدین ❹ کی شرکت

---

❶ انگریز سرکار

❷ میرٹھی مذکور کی دیوبندی توثیق کے لئے دیکھئے ''ملفوعات حضرت مدنی'' ص ۱۳۳ (۷۳)

❸ یعنی انگریز سرکار،

❹ یعنی ۱۸۵۷ کے وہ لوگ جنہوں نے انگریزوں کے خلاف بغاوت اور جنگ کی تھی۔

کا محض الزام ہی الزام اور بہتان ہی بہتان ہے اُس وقت رہا کئے گئے اور آپ بخیر و عافیت اپنے وطن مالوف کو واپس آئے'' [تذکرۃ الرشید ج ا ص ۷۹]

(x) اسی کتاب میں یہ گزر چکا ہے کہ رشید احمد (گنگوہی) صاحب وحدت الوجود کے معتقد تھے دیکھئے ص ۲۴، اب اس عقیدۂ وحدت الوجود کی تشریح کا ایک گنگوہی واقعہ ملاحظہ فرمائیں، عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

''ایک روز حضرت مولانا خلیل احمد [1] صاحب زید مجدہ نے دریافت کیا کہ حضرت یہ حافظ لطافت علی عرف حافظ مینڈھو۔ شیخ پوری کیسے شخص تھے؟ حضرت نے فرمایا: ''پکا کافر تھا'' اوراس کے بعد مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ: ''ضامن علی جلال آبادی'' توحید ہی میں غرق تھے''

ایک بار ارشاد فرمایا کہ ضامن علی جلال آبادی کی سہارنپور میں بہت رنڈیاں مرید تھیں ایک بار یہ سہارنپور میں کسی رنڈی کے مکان پر ٹھیرے ہوئے تھے سب مریدنیاں اپنے میاں صاحب کی زیارت کے لیئے حاضر ہوئیں مگر ایک رنڈی نہیں آئی میاں صاحب بولے کہ فلانی کیوں نہیں آئی؟ رنڈیوں نے جواب دیا: میاں صاحب ہم نے اُس سے بہتیرا کہا کہ چل میاں صاحب کی زیارت کو اُس نے کہا: ''میں بہت گناہ گار ہوں اور بہت رُوسیاہ ہوں میاں صاحب کو کیا منہ دکھاؤں میں زیارت کے قابل نہیں۔'' میاں صاحب نے کہا: نہیں جی تم اُسے ہمارے پاس ضرور لانا چنانچہ رنڈیاں اُسے لے کر آئیں جب وہ سامنے آئی تو میاں صاحب نے پوچھا: ''بی تم کیوں نہیں آئی تھیں؟'' اُس نے کہا: حضرت رُوسیاہی کی وجہ سے زیارت کو آتی ہوئی شرماتی ہوں۔ میاں صاحب بولے: ''بی تم شرماتی کیوں ہو کرنے والا کون اور کرانے والا کون وہ تو وہی ہے'' رنڈی یہ سن کر آگ ہوگئی اور خفا ہو کر کہا: ''لاحول ولا قوۃ اگرچہ میں رُوسیاہ اور گنہگار ہوں مگر ایسے پیر کے مُنہ پر پیشاب بھی نہیں کرتی'' میاں صاحب تو شرمندہ ہو کر سرنگوں رہ گئے اور وہ اُٹھ کر چل دی۔''

[تذکرۃ الرشید ج۲ ص۲۴۲]

---

[1] یعنی سہارنپوری صاحب،

اس واقعے سے درج ذیل باتیں واضح ہوگئیں:

۱۔ ضامن علی جلال آبادی وحدت الوجود کا قائل تھا۔

۲۔ وحدت الوجود کے عقیدے میں زنا کرنے والا اور کرانے والا دونوں وہی (یعنی خدا کا وجود) ہیں، **تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً**،

۳۔ رشید احمد گنگوہی صاحب کے نزدیک ضامن علی ''توحید میں غرق'' اور قابل احترام تھا۔ اسی لئے اُس کے بارے میں عزت آمیز الفاظ ''ٹھہرے ہوئے تھے'' وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔ اور رد بھی نہیں کیا گیا۔

تنبیہ: اگر کوئی کہے کہ تم خود: اہلِ بدعت وغیرہ کے لئے ''فرماتے ہیں'' اور ''لکھتے ہیں'' وغیرہ الفاظ کیوں لکھتے ہو؟ تو عرض ہے کہ اس میں دو اعذار ہیں۔

ا۔ اہل بدعت کے اقوال وافعال بطور رد یا بطور الزام الخصم نقل کر کے ان کا رد یا اتمام حجت کر کے خود کو بری الذمہ کر دیا جاتا ہے۔

ب۔ مقصود یہ ہے کہ ان متبوعین کے متبعین کی اصلاح ہوجائے۔ اس لئے علمائے اسلام نے مرزا غلام احمد قادیانی: کذاب دجال کے مقلدین کے سامنے ''مرزا صاحب'' اور ''مرزا خود فرماتے ہیں'' وغیرہ الفاظ لکھے ہیں، دیکھئے مولانا محمد عبداللہ معمار امرتسری رحمہ اللہ کہ ''محمدیہ پاکٹ بک'' ص ۳۵، وغیرہ، تاکہ مرزائی وقادیانی حضرات دلائل پڑھ کر مرزائیت وقادیانیت سے توبہ کر کے مسلمان ہوجائیں۔

تاہم جو شخص کسی کا احتراماً تذکرہ کرے، جمع کے صیغے استعمال کرے، رد نہ کرے اور مسکرا کر ارشاد کرتے ہوئے کہے کہ ''وہ توحید میں غرق تھے'' اس سے واضح ہے کہ شخص مذکور کے عقیدے سے وہ راضی ہے اُسے کوئی اعتراض نہیں۔ ۴۔ زانیہ عورتیں زنا اور گناہ کے باوجود وحدت الوجود کے گندے عقیدے سے سخت نفرت کرتی ہیں اور وحدت الوجود کے قائل کے منہ پر پیشاب کرنا بھی اپنی توہین سمجھتی ہیں۔

۵۔ گنگوہی صاحب نے حافظ لطافت علی کو تو ''پکا کافر'' کہا مگر ضامن علی کے بارے میں اُن کی کسی تحریر یا روایت میں کفر کا فتویٰ ہمیں نہیں ملا۔ زنا اور امکانِ کذب کو اللہ تعالیٰ سے منسوب

کرنا کفرِ اکبر ہے۔ **تعالیٰ اللہ عمایقولون علواً کبیراً**

(xi) گنگوہی صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ (ص ۴۵۵) میں ایک جگہ ''رافضی'' کو کافر قرار دیا مگر دوسری جگہ لکھا کہ:

''جولوگ شیعہ کو کافر کہتے ہیں ان کے نزدیک تو اس کی نعش کو ویسے ہی کپڑے میں لپیٹ کر داب دینا چاہئے اور جو لوگ فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ان کی تجہیز وتکفین حسب قاعدہ ہونا چاہئے اور بندہ بھی ان کی تکفیر نہیں کرتا...رشید احمد ۱۳۰۱ ''

[فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۶۴، ۲۶۵ وتالیفات رشیدیہ ص ۲۴۱]

ان دونوں متضاد فتوؤں کا مقصد یہی نظر آتا ہے کہ شیعہ وسنی دونوں گروہوں کو خوش کرنا مقصود ہے۔ **واللہ أعلم**

وحدت الوجود کے قائل اور شیطان وملک الموت کا علم ہمارے رسول اللہ ﷺ کے علم سے زیادہ ماننے والے کے بارے میں عاشق الٰہی میرٹھی نے لکھا ہے کہ:

''امام ربانی قدس سرہ کو حق تعالیٰ نے نائب رسول بنا کر چونکہ اس پُرآشوب زمانہ میں تعلیم احکامات شرعیہ اور تزکیہ وتطہیر قلوب کے لئے بھیجا تھا''

[تذکرۃ الرشید ج۲ ص ۱۳۸]

(xii) عاشق الٰہی میرٹھی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''مرزا غلام احمد قادیانی جس زمانہ میں براہین [1] لکھ رہے تھے اور اُنکے فضل وکمال کا اخبارات میں چرچا اور شہرہ تھا حالانکہ اس وقت تک اُن کو حضرت امام ربانی [2] سے عقیدت بھی تھی اس طرف کے جانے والوں سے دریافت کیا کرتے تھے کہ حضرت مولانا اچھی طرح ہیں؟ اور دہلی سے گنگوہ کتنے فاصلہ پر ہے؟ راستہ کیسا ہے؟ غرض حاضری کا خیال بھی معلوم ہوتا تھا اُسی زمانہ میں حضرت امام ربانی [2] نے ایک مرتبہ یوں ارشاد فرمایا تھا کہ'' کام تو یہ شخص اچھا

---

[1] براہین احمدیہ

[2] رشید احمد گنگوہی صاحب

کررہاہے مگر پیر کی ضرورت ہے ورنہ گمراہی کا احتمال ہے'اس کے بعد ہی مجددیت ومہدویت وعیسویت کے خیالات ظاہر ہونے شروع ہوگئے۔''

[تذکرۃ الرشید ج۲ص۲۲۸]

(xiii) رشید احمد گنگوہی صاحب ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ:

''مولوی [1] غلام احمد صاحب قادیانی کی فتح الاسلام بندہ نے بھی دیکھی اجمالاً اُنکو جو اول گمان تجدید ہوا ہے اس کا ہی ضمیمہ ہے کہ اب اُن کے مخیلہ [2] میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ مثیل عیسیٰ ہوں اس باب میں بندہ یہ گمان کرتا ہے کہ دنیا طلبی تو اُن کو مقصود نہیں بلکہ ایک خود پسندی اُن کے مخیلہ میں بوجہ صلاحیت قائم ہوئی تھی۔اب یہ خیالات بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اُس کو وہ دین وتائید دین اور اپنے کمالات جانتے ہیں اوسمیں مجبور ہیں۔اس مثیل عیسیٰ ہونے کو اور نزول حضرت عیسیٰ d اور دجال کی روایات کے حقیقی معنی کے انکار کو چند جگہ سے جو بندہ سے استفسار کیا گیا تو بندہ نے یہ لکھا ہے کہ یہ عقیدہ فاسد وخطا جملہ سلف خلف کے ہے اُنکو مالیخولیا ہوگیا ہے کہ خلاف عقل کے ایسی بات لکھتے ہیں کہ تمام عالم نے اُس کو نہ سمجھا اب اُنکو اُسکی فہم ہوئی۔اسپر اشتہار مباحثہ دیا ہے اور بندہ کو مخاطب بنایا ہے اور تکفیر نہیں چاہئے کہ وہ ماوّل [3] ہے اور معذور ہے فقط مولوی عبداللہ کو منع کرنا...'' [مکاتیب رشیدیہ ص۹۰ مکتوب نمبر۱۳۸]

اس عبارت میں،مرزا غلام احمد کے دعویٰ عیسویت کے باوجود رشید احمد گنگوہی صاحب نے اُس کی تکفیر نہیں کی بلکہ اسے موَول ومعذور قرار دیا اور کہا کہ: ''دنیا طلبی تو اُن کو مقصود نہیں''

---

[1] مرزا غلام احمد قادیانی: کذاب ودجال کے بارے میں ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی مانچسٹر والا لکھتا ہے کہ: ''مولانا غلام احمد قادیانی اور مولانا احمد رضا خان بریلوی میں انگریز دوستی کی بناء پر اصلاحی تحریکوں کی مخالفت قدرِ مشترک تھی'' (مطالعہ بریلویت جلد اول ص۲۱۶ مطبوعہ دارالمعارف لاہور)

[2] یعنی: خیال

[3] یعنی: تاویل کرنے والا (موَول) ہے۔

حاجی امداداللہ: پیرِ گنگوہی کا تذکرہ

اب حسبِ وعدہ (دیکھئے ص ۳۸) رشید احمد گنگوہی کے پیر حاجی امداداللہ عرف "مہاجر مکی" کا تذکرہ پیشِ خدمت ہے:

نام: امداداللہ ❶ بن حافظ محمد امین بن حافظ شیخ بڈھا [انفاس امدادیہ ص ۳۹]

ولادت ۱۲۳۳ھ ❷ اور وفات ۱۳۱۷ھ

اساتذہ: سید محمد قلندر محدث جلال آبادی وغیرہ [انفاس امدادیہ ص ۵۴]

پیر: میاں جی نور محمد [انفاس امدادیہ ص ۶۱]

اپنے پیر نور محمد جھنجھانوی (ولادت ۱۲۰۱ھ وفات ۱۲۵۹ھ) کے بارے میں حاجی امداداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ:

"تم ہوائے نور محمد خاص محبوب خدا ہند میں ہو نائب حضرت محمد مصطفا
تم مددگار مدد امداد کو پھر خوف کیا عشق کی پرسنکے باتیں کانپتے ہیں دست و پا
اے شہ نورِ محمد وقت ہے امداد کا
جام الفت سے ترے میں ہی نہیں اک جرعہ نوش سینکڑوں در پر ترے مدہوش ہیں اے مے فروش
دل میں انکے بھرا اک بادۂ وحدت کا جوش پر یہی کہہ اُٹھے ہیں جب ہے آیا ان کو ہوش
اے شہ نورِ محمد وقت ہے امداد کا
آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
اے شہ نورِ محمد وقت ہے امداد کا "

[شمائم امدادیہ ص ۸۳، ۸۴ و امداد المشتاق ص ۱۱۶ فقرہ نمبر ۲۸۸، دوسرا نسخہ ص ۱۲۱، ۱۲۲]

---

❶ آپ کا اصل نام امداد حسین تھا دیکھئے انفاس امدادیہ ص ۵۱

❷ یا ۱۲۳۰ یا ۱۲۳۱ھ دیکھئے تذکرہ مشائخ دیوبند ص ۶۰، تاہم ۱۲۳۳ھ ہی راجح ہے دیکھئے انفاس امدادیہ ص ۵۰، ۵۱

تصانیف: حاجی امداداللہ صاحب کی درج ذیل تصانیف بہت مشہور ہیں :

(1) کلیات اِمدادیہ؍جو کہ مختلف رسالوں اور کتابوں کا مجموعہ ہے (2) فیصلہ ہفت مسئلہ

(3) مکتوبات امدادیہ، وغیرہ، [دیکھئے بیس بڑے مسلمان ص ۱۰۵،۱۰۶]

کلیات اِمدادیہ میں درج ذیل کتابیں اور رسالے موجود ہیں:

1- ضیاءالقلوب 2- نالۂ امدادغریب 3- ارشادمرشد 4- جہاداکبر

5- غذائے روح 6- وحدت الوجود 7- گلزارمعرفت 8- تحفۃالعشاق

9- دردنامہ غمناک 10- نالۂ امدادغریب، وغیرہ۔

حاجی امداداللہ صاحب سے متعلقہ درج ذیل کتابوں کی بھی بہت شہرت ہے :

۱۔شمائم امدادیہ ۲۔کرامات امدادیہ ۳۔امدادالمشتاق

حاجی صاحب کے عقائد

حاجی صاحب کی اپنی اور اُن کے متبعین: علمائے دیوبند کی مستند کتابوں سے حاجی صاحب کے بعض اہم عقائد پیش خدمت ہیں:

1- ص۲۴ پر باحوالہ گزر چکا ہے کہ حاجی امداداللہ صاحب وحدت الوجود کے قائل تھے [1] جس سے یہ لازم آتا ہے کہ خالق ومخلوق میں فرق مٹ جائے۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ :

''اس مرتبہ میں خدا کا خلیفہ ہوکر لوگوں کو اس تک پہونچاتا ہے اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہوجاتا ہے اس مقام کو برزخ البرازخ کہتے ہیں''

[کلیات امدادیہ؍ضیاءالقلوب ص ۳۵،۳۶]

2- حاجی امداداللہ صاحب ایک سالک (مرید) کو سمجھاتے ہیں کہ :

''جب سالک یہ مرتبہ حاصل کرلیتا ہے تو مرتبہ دل سے تجاوز ہوکر مرتبہ روح پر پہنچ جاتا ہے اور چونکہ روح کا ذکر اسم کا ذکر ہے اس واسطے سالک کو چاہئے کہ اسم ذات

---

[1] نیز دیکھئے امدادالمشتاق ص ۱۴ فقرہ: ۱۰، دوسرانسخہ ص ۴۳

کے ذکر میں اس طرح متوجہ ہوجائے کہ الف لام جواللہ پر داخل ہے باقی نہ رہے
اورصرف ہو، رہ جائے اس مرتبہ پر پہنچنے پر سالک سراپاذکر ہوجائے گا اور مرتبہ
روح سے ترقی کر کے مرتبہ سر تک پہنچ جائے گا۔اس اس کے بعد اس کو ہو،
ہو، کے ذکر میں اس قدر منہمک ہو جانا چاہیے کہ خود مذکور یعنی (اللہ) [1]
ہوجائے اور فنا درفنا کے یہی معنی ہیں اس حالت کے حاصل ہوجانے پر وہ
سراپانور ہوجائے گا۔'' [کلیات امدادیہ/ضیاءالقلوب ص۱۸]

درج بالا بیان میں اللہ بننے کا طریقہ سمجھایا گیا ہے۔ **تعالیٰ اللہ عما یقولون علواً کبیر اً،**

3- سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں حاجی امداداللہ صاحب کا عقیدہ بھی پڑھ لیں، فرماتے ہیں کہ:

''دور کر دل سے حجاب جہل وغفلت میرے رب
کھول دے دل میں درِعلم حقیقت میرے اب
ہادیٔ عالم علی مشکل کشا کے واسطے'' [2]

[کلیات امدادیہ ص۱۰۳، ارشاد مرشد]

یہ تینوں مصرعے درج ذیل کتابوں میں بھی لکھے ہوئے ہیں:
[تعلیم الدین/اشرف علی تھانوی ص۱۷۱ سلاسل طیبہ مع چند مجرب عملیات/حسین احمد مدنی ص۱۴، تذکرہ حافظ محمد ضامن/امداد صابری دہلوی ص۱۵۵]

جناب اشرف علی تھانوی صاحب سے پوچھا گیا کہ ''علی مشکل کشا کہنا کیسا ہے''؟ تو انہوں نے فرمایا:

''تاویلاً جائز ہے یعنی مشکلات علمیہ کے حل کرنے والے مگر عوام کے لیے موہوم
ضرور ہے اس واسطے خلاف ہے''

---

[1] اصل کتاب میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔ نقلِ کُفر کُفر نہ باشد۔
[2] نیز دیکھئے ص۱۲۸

پوچھا گیا:

''ہمارے شجرہ میں لفظ مشکل کشا موجود ہے''؟ فرمایا: ''ہاں۔اور وہ شجرہ حضرت حاجی صاحبؒ کا ہے بزرگوں کی نظر بہت عالی ہوتی ہے ذرا ذرا سی بات کی طرف نہیں جاتی۔اس کے مفسدہ کی طرف نظر نہیں گئی بناء برشہرت لکھ دیا۔شیخ سعدیؒ کے کلام میں بھی یہ معنی موجود ہیں، کے مشکلے بروپیش علیؓ مگر مشکل ش را کند منجلی''

[اشرف الاحکام حصہ اول ص۳۴ بحوالہ حسن العزیز ج۴ ص۲۹]

معلوم ہوا کہ حاجی امداد اللہ صاحب مطلقاً سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ''مشکل کشا'' کہتے تھے جب کہ تھانوی صاحب کے نزدیک علمی مشکل کشا کہنا جائز ہے۔ [1] یہ علمی مشکل کشا کی اصطلاح نرالی ہے۔اگر علم والا شخص مشکل کشا ہوتا ہے تو علماء بشمول سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہم کو مشکل کشا ماننا پڑے گا۔کیا خیال ہے؟

حسین احمد مدنی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''حضرت علی کرم اللہ وجہ کے متعلق مشکل کشا کا لفظ نہ معلوم کس وجہ سے طبیعت کو گراں ہوتا ہے۔زمانۂ سابق میں یہ لفظ بہ منزلہ لقب حضرت علی کرم اللہ وجہ کے لئے مستعمل ہوا تھا، اسی زمانہ میں شجرہ تصنیف کیا گیا ہے، ہم نے زمانۂ طفولیت میں سن رسیدہ لوگوں کی زبان پر اس کو بہت زیادہ جاری پایا۔مگر یہ لفظ عربی کے ''حلال المعاقد'' کا ترجمہ ہے، حسبِ معنی لغوی خصوصیت ذاتِ خداوندی کے ساتھ نہیں رکھتا۔معانی شرعیہ کے اعتبار سے مشکل قسم مجمل و متشابہ ہوتا ہے، جس کا مصداق ہر فقیہ صاحب الرائے ہو سکتا ہے۔''

[مکتوبات شیخ الاسلام حصہ اول ص۱۱۴ مطبوعہ: مدنی کتب خانہ گوجرانوالہ]

---

[1] تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ: ''حضرت علی کو مشکل کشا یعنی اشکال علمی کو حاصل کرنے والے کہنا جائز ہے مگر مشکلات تکوینیہ کے حل کے اعتبار سے جائز نہیں جیسے اہلِ بدعت کا محاورہ ہے لیکن پھر بھی لفظ چونکہ مبہم ہے اس لئے اس سے بچنا چاہئے''(الکلام الحسن ج۱ ص ۱۷ و ج۲ ص ۳۰۷) نیز دیکھئے''ملفوظات حکیم الامت'' ج۵ ص۱۵۶ ملفوظ ۱۸۲

مدنی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ :

''بہر حال سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا وجہ اس لفظ کے ابا [1] کی ہے، اگر کوئی خصوصی الوھیۃ یا نبوۃ ہوتی تو محل کلام تھا'' [مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۴۱۲]

اس پر حاشیہ لکھتے ہوئے نجم الدین اصلاحی صاحب فرماتے ہیں کہ :

''اور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ حضرت علیؓ کو مشکل کشا کہنا اور اس سے مراد مشکل مسائل کا حل کرنا ہو تو اس کے بولنے میں کوئی حرج نہیں ہے ، باقی اپنی رائے یہ ہے کہ لفظ مشکل کشا کا استعمال حضرت علیؓ کے لئے اگر ترک کر دیا جائے تو اور زیادہ بہتر ہوگا ، کیونکہ عوام اس فرق کو کیا جانیں'' [حاشیہ ص ۴۱۲]

4- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دیوبندی عقیدہ ''مشکل کشا'' کی تاویلاتِ بعیدہ آپ نے پڑھ لی ہیں اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حاجی صاحب کا عقیدہ پڑھ لیں۔

ارشاد ہے کہ :

''یا رسولِ کبریا فریاد ہے یا محمدؐ مصطفیٰ فریاد ہے
آپ کی امداد ہو میرا یا نبیؐ حال ابتر ہوا فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آجکل
اے مرے مشکل کشا فریاد ہے''

[کلیاتِ امدادیہ/ نالۂ امدادیہ غریب ص ۹۰، ۹۱]

وہاں پر تو علمی مشکل کشا والی تاویل گھڑ لی گئی ہے لیکن یہاں ساری تاویلات کا بھانڈا چوراہے پر پھوٹ جاتا ہے۔ یہاں تو استمداد و فریاد رسی والی مشکل کشائی کی پکار ہے۔

مماتی دیوبندیوں کے شیخ القرآن مولوی غلام اللہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ :

''جو شخص کسی نبی یا ولی ، فرشتہ اور جن یا کسی پیر و فقیر کو کارساز اور غیب دان جانتا ہے ان کو مصیبتوں میں پکارتا ہے۔ حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتا ہے اور یہ اعتقاد

[1] یعنی انکار

رکھتا ہے کہ وہ ہماری تمام پکاروں کو سنتے جانتے ہیں اور ہمارے کام کروالیتے ہیں اس کے متعلق حضرت پیر صاحب بغدادی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ وہ کافر و مشرک ہے۔ اس کا کوئی نکاح نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ جس کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ وہ بھی ہر بات سنتے جانتے ہیں، وہ بھی کافر ہے''

[جواہر القرآن ج ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ: کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی]

غلام اللہ خان صاحب نے تو فتویٰ لگا دیا مگر دار العلوم کراچی دار الافتاء کے محمد حنیف خالد اور محمود اشرف صاحب [1] لکھتے ہیں کہ:

''ہاں اگر کوئی شخص اسباب کو ہی سب کچھ سمجھ کر بیٹھ جائے اور اللہ تعالیٰ کی بجائے اصل مددگار اور مشکل کشا مخلوق کو کہنے لگے اور اللہ تعالیٰ کی اس طرح نفی کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا حاجت روا نہیں بلکہ فلاں بزرگ ہی ہمارا حاجت روا ہے یا اکیلا اللہ تعالیٰ ہماری حاجت روائی نہیں کرسکتا جب تک کہ فلاں بزرگ کی حمایت و مدد نہ ہو۔ تو یہ بلاشبہ شرک ہے۔ [2]

سوال میں اکابر علماء اہلسنت والجماعت [3] دیوبند کے جو حوالہ جات نقل کئے گئے ہیں وہ سارے کے سارے اسی قبیل سے ہیں کہ اگر کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا یا فریاد رس کہا ہے تو وہ صرف سبب کے درجے میں کہا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہ کرام و بزرگانِ دین کو ایمان و روحانیت و اخروی فلاح و بہبود کے حصول کا بہترین ذریعہ اور سبب قرار دیا ہے، لہذا اس نقطۂ نظر سے یہ کہنا جائز ہے اور کسی طرح بھی

---

[1] یہ دونوں پکے دیوبندی ہیں۔
[2] اس عقیدے کا حامل کوئی کلمہ گو عالم میرے علم میں نہیں ہے۔ بلکہ ہندو حضرات بھی اپنے بتوں کے بارے میں مبینہ عقیدہ نہیں رکھتے۔
[3] دیوبندی حضرات اہل سنت نہیں ہیں۔

قابلِ اعتراض نہیں ہے۔'' [فتویٰ غیر مطبوعہ ص ۱] ❶

5- حاجی امداد اللہ صاحب ''الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ'' کے قائل تھے۔

[دیکھئے کلیات امدادیہ/ ضیاء القلوب ص ۱۵]

6- حاجی امداد اللہ صاحب نے اعلان کیا کہ:

''اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک (ہوتا) ہوں، بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں''

[کلیات امدادیہ ص ۸۰ فیصلہ ہفت مسئلہ مع محرفانہ شرح جمیل احمد تھانوی ص ۲۶]

7- حاجی امداد اللہ صاحب کہتے ہیں کہ:

''بندہ قبل وجود خود باطن خدا تھا اور خدا ظاہر بندہ کنت کنزاً مخفیاً الخ اس پر دلیل ہے'' [شمائم امدادیہ ص ۳۸]

اس عبارت ''بندہ قبل وجود خود باطن خدا تھا اور خدا ظاہر بندہ'' کا باطل ومردود ہونا ظاہر ہے۔ راقم الحروف نے ''اکاذیب آلِ دیوبند'' میں ایسی بہت سی عبارات نقل کر کے ان کا رد اس لئے نہیں لکھا ہے کہ ان عبارتوں کا غلط، باطل، مردود، شرک وکفر وغیرہ ہونا عام مسلمانوں پر بھی ظاہر ہے۔ کسی صحیح العقیدہ مسلمان (مسلم) کو بھی ان عبارات کی مردودیت وابطال میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ حاجی امداد اللہ اور آلِ دیوبند کا ''کنت کنزاً مخفیاً'' سے استدلال بھی باطل ہے۔ یہ کلمات نہ تو کسی حدیث میں وارد ہیں اور نہ کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی یا مستند عند الفریقین ائمہ مسلمین سے ثابت ہیں۔ حسین بن منصور الحلاج وابن عربی الفصوصی ❷ وغیرہما کے مقلدین اور متأخرین میں متصوفہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

''کنت کنزاً مخفیاً'' إلخ یا ''کنت کنزاً لاأُعرف'' إلخ کی کوئی سند کسی حدیث کی

❶ اس فتوے کی اصل شیخ امین اللہ پشاوری صاحب ''فتاوی الدین الخالص'' کے پاس محفوظ ہے جس کی فوٹو سٹیٹ میرے پاس موجود ہے والحمدللہ، یہ فتویٰ ۹ اور ۱۹ ذالحجہ ۱۴۲۲ھ میں لکھا گیا ہے۔

❷ یعنی: فصوص الحکم نامی کتاب والا ابن عربی، حافظ برہان الدین البقاعی (۸۰۹ھ-۸۸۵ھ) رحمہ اللہ نے اس شخص کی تکفیر پر ایک کتاب لکھی ہے ''تنبیہ الغبي إلی تکفیر ابن عربی'' یہ کتاب مطبوع ہے۔

کتاب میں نہیں ہے۔حافظ ابن تیمیہ(٦٦١ھ۔٧٢٨ھ)فرماتے ہیں کہ:

"ليس هذا من كلام النبي صلى الله عليه وسلم ولا يعرف له إسناد صحيح ولا ضعيف"

یہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کلام نہیں ہے۔اور نہ اس کی صحیح یا ضعیف سند معلوم ہے۔

[احادیث القصاص لشیخ الاسلام ابن تیمیہ ص۵۵ح۳]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی اس تحقیق کی تائید حافظ زرکشی (۷۴۵ھ۔۷۹۴ھ) نے (**التذكرة في الأحاديث المشتهرة** ص۱۳٦) حافظ ابن حجر العسقلانی (۷۷۳ھ۔۸۵۲ھ) سخاوی (المقاصد الحسنۃ ص۳۲۷ح۸۳۸) وغیرہم نے بھی تائید کی ہے۔

ملا علی قاری حنفی صوفی (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے اس موضوع روایت پر حافظ ابن تیمیہ، حافظ زرکشی اور حافظ ابن حجر کی تحقیق نقل کرکے یہ لکھ دیا ہے کہ:

"لكن معناه صحيح مستفاد من قوله تعالى ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ أي ليعرفون كما فسره ابن عباس رضى الله عنهما"

لیکن اس کا معنی صحیح [1] ہے۔یہ قولِ باری تعالیٰ: اور میں نے جن اور انسان صرف اپنی عبادت کے لیئے پیدا کئے،سے مستفاد ہے، یعنی وہ مجھے پہچان لیں جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تفسیر بیان کی ہے۔

[الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ ص۲۶۹ح۳۵۳]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب یہ تفسیر کسی کتاب میں باسند نہیں ملی۔"الاسرار المرفوعۃ" کے محقق محمد بن لطفی الصباغ لکھتے ہیں کہ:

"ولما ذا يحاول المؤلف رحمه الله تصحيح معنى هذا التأويل..إن هذا الحديث يتعارض مع مانقرأ من صفات الله تعالىٰ

---

[1] اس کا معنی صحیح نہیں ہے جیسا کہ آگے آرہا، دیکھئے ص۵۸

التی وردت فی القرآن ،کیف لایعرف جلّ جلاله؟ وکیف یکون کنزاًمجهولاً؟تعالی الله عن ذلک علواًکبیراً، ولا بدّ من التثبت من صحة هذا القول إلی ابن عباس "

مؤلف رحمہ اللہ [1] اس تاویل کے معنی کی تصحیح کی کوشش کیوں کررہے ہیں؟...ہم قرآن میں جوصفاتِ باری تعالی پڑھتے ہیں یہ(موضوع)حدیث ان سے معارض ہے۔اللہ جل جلالہ کیسے غیر معروف اور نامعلوم خزانہ ہوسکتا ہے؟اللہ تعالی ان(جھوٹی)باتوں سے بہت زیادہ بلند(اور پاک)ہے۔اور یہ لازم ہے کہ اس قول کی نسبت ابن عباس سے صحیح ثابت کی جائے۔ [2]

[ص۲۶۹،۲۷۰مطبوعۃ المکتب الاسلامی،بیروت]

یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت نہیں ہے۔علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ:

" الالیقر و ابالعبود ة طوعاًو کرھاً "

"مگر یہ کہ خوشی وناخوشی کے ساتھ اس کی عبادت کا اقرار کریں"

[تفسیر ابن جریر الطبری ج۲۷ص۸ وسندہ حسن الی علی بن ابی طلحۃ]

یہ سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ علی بن ابی طلحہ کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات نہیں ہے۔
تفسیر قرطبی میں ہے کہ:

"مجاهد :إلالیعرفوني ،الثعلبي :وهذا قول حسن "إلخ

مجاہد نے کہا: مگر یہ کہ مجھے پہچانیں،ثعلبی نے کہا: یہ قول اچھا ہے۔۔۔إلخ

[الجامع لاحکام القرآن ج۱۷ص۵۵،۵۶]

---

[1] یعنی ملا علی قاری صاحب،جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ اور والدہ آمنہ کے کفر پر ایک پوری کتاب لکھی ہے"اَدلة معتقد أبي حنیفة الأعظم في أبوي الرسول علیه الصلوة والسلام " یہ کتاب مطبوع(مکتبۃ الغرباء الأثریہ/المدنیہ)ہے اور میرے مکتبہ میں موجود ہے۔

[2] یہ قول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہی نہیں ہے۔

غالباً قرطبی سے ہی شوکانی نے یہ نقل کر رکھا ہے۔ [فتح القدیر ج۵ص۱۳۱طبع: دارالحدیث القاھرہ،مصر]
نہ تو یہ قول مجاہد سے باسند مقبول ملا ہے اور نہ الثعلبی کی تفسیر ''الکشف والبیان'' میں ثعلبی کا قول لکھا ہوا ہے۔ [دیکھئے ج۹ص۱۲۰،۱۲۱]

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہوا ہے کہ :

''وقال ابن جریج:إلا لیعرفونِ''

اور ابن جریج نے کہا: مگر یہ کہ وہ مجھے پہچان لیں

[ج۵ص۲۹۵ دوسرا نسخہ ج۴ص۲۵۵،ترکی نسخہ ج۷ص۴۰۱]

یہ قول بھی نامعلوم السند و نامعلوم الحوالہ ہے۔ پتا نہیں ان علماء نے یہ بے سند اقوال کہاں سے سن کر لکھ رکھے ہیں۔ ان اقوال میں سے ایک قول بھی الدر المنثور [ج۶ص۱۱۶] میں موجود نہیں ہے۔

محمد پالن حقانی گجراتی تبلیغی دیوبندی کہتا ہے کہ :

''جھوٹ بولنا تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ ایک جھوٹ چھپانے کے لئے دس۱۰ اور جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ اور دس۱۰ جھوٹ چھپانے کے لئے ایک سو۱۰۰ جھوٹ بولنے کی نوبت آجاتی ہے۔ اِس لئے ایمان والوں سے اللہ تعالیٰ کا سوال ہے کہ تم سچ بولو چاہے کچھ بھی ہو''

[شریعت یا جہالت اضافہ شدہ ایڈیشن ص۳۲]

یہ کتاب محمد زکریا تبلیغی دیوبندی اور ابوالحسن ندوی کی مصدقہ ہے۔

8- اشرف علی تھانوی صاحب اپنے پیر حاجی امداد اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ :

''فرمایا کہ خدا جانے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں اور میں کیا ہوں۔ محبوب علی نقاش نے آکر بیان کیا کہ ہمارا آگبوٹ [1] تباہی میں تھا۔ میں مراقب ہو کر آپ سے ''ملتجی'' [2] ہوا آپ نے مجھے تسکین دی اور آگبوٹ کو تباہی سے نکال دیا۔ (حاشیہ)

---

[1] یعنی کشتی

[2] التجا کرنے والا

قولہ: خدا جانے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں ،اقول: غایت تواضع ہے ورنہ مدعی کے لیئے تو یہ موقع اچھی خاصی شہادت کا تھا۔۱۲''

[امداد المشتاق ص۱۲۴ فقرہ نمبر۳۱۲، دوسرا نسخہ ص۱۳۰]

حاجی صاحب کی روایت مذکورہ ''شمائم امدادیہ'' میں بھی موجود ہے۔ [ص۸۸]

تھانوی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ:

''ابھی کا ذکر ہے ایک نہایت معتبر شخص ولایتی بیان کرتے تھے کہ میرے ایک دوست جو جناب بقیۃ السلف حجۃ الخلف قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا حاجی شاہ امداداللہ صاحب چشتی صابری تھانوی ثم المکی سلمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت تھے حج خانہ کعبہ کو تشریف لئے جاتے تھے ۔بمبئی سے آگبوٹ میں سوار ہوئے ۔آگبوٹ نے چلتے چلتے ٹکر کھائی اور قریب تھا کہ چکر کھا کر غرق ہوجائے یا دوبارہ ٹکرا کر پاش پاش ہوجائے ،انہوں نے جب دیکھا کہ اب مرنے کے سوا چارہ نہیں اسی مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا کہ اس وقت سے زیادہ اور کون سا وقت امداد کا ہوگا اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر کارساز مطلق ہے اسی وقت ان کا آگبوٹ (۱) غرق سے نکل گیا اور تمام لوگوں کو نجات ملی ۔ادھر تو یہ قصہ پیش آیا اُدھر اگلے روز مخدوم جہاں اپنے خادم سے بولے ذرا میری کمر دباؤ نہایت درد کرتی ہے۔خادم نے کمر دباتے دباتے پیراہن مبارک جو اُٹھایا تو دیکھا کہ کمر چھلی ہوئی ہے اور اکثر جگہ سے کھال اُتر گئی ہے۔ پوچھا حضرت یہ کیا بات ہے کمر کیونکر چھلی ،فرمایا: کچھ نہیں پھر پوچھا آپ خاموش رہے تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا حضرت یہ تو کہیں رگڑ لگی ہے اور آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے فرمایا: ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا اور اس میں ایک تمہارا دینی اور سلسلے کا بھائی تھا اسکی گریہ وزاری نے مجھے بے چین کردیا آگبوٹ کو کمر کا سہارا دے کر اوپر کو اٹھایا جب آگے چلا اور بندگان خدا کو

نجات ملی اسی سے چھل گئی ہوگی۔ اوراسی وجہ سے درد ہے مگراس کا ذکر نہ کرنا''

[کرامات امدادیہ ص۳۵، ۳۶، دوسرا نسخہ ص ۱۷، ۱۸]

اس واقعے سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ مصیبت کے وقت جب آ گبوٹ (کشتی) کے ڈوبنے کا ڈر تھا تو دیوبندی مرید نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے پیر ''روشن ضمیر'' کی طرف مافوق الاسباب رجوع کیا۔

۲۔ پیر نے اپنے مرید کی آہ وزاری دُور سے سن لی۔

۳۔ پیر نے ڈوبتی کشتی کو بچالیا۔

۴۔ اس کارروائی میں پیر کی کمر چھل کر زخمی ہوگئی۔

۵۔ بریلوی حضرات مصیبتوں میں اپنے پیروں اور ''اولیاء'' کو وسیلہ سمجھ کر مدد کے لیئے جو پکارتے ہیں تو ان کا یہ عمل دیوبندی ''کرامت'' کے مطابق ''بالکل صحیح'' ہے۔

۶۔ بریلوی حضرات یہ کہتے رہتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے ڈوبا ہوا بیڑا پانی سے نکال کر باہر کردیا تھا۔ اور دیوبندی اس بارے اُن کا مذاق اُڑاتے رہتے ہیں۔ حالانکہ دیوبندی حضرات بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ ''ڈوبنے والا بیڑا'' وہ بھی پانی سے باہر نکال سکتے ہیں اور ''ڈوبتے ہوئے'' بچے کو دوبارہ زندہ کرکے پانی سے باہر نکال سکتے ہیں (!) نیز دیکھئے بہشتی زیور حصہ ہشتم ص ۵۱/ ۶۸۵ ''سری سقطی کی ایک مریدنی کا ذکر''

9- حاجی امداداللہ کے پیر نور محمد جھنجھانوی نے اپنی وفات سے پہلے فرمایا کہ:

'' فقیر مرتا نہیں ہے۔ صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا۔ جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا تھا''

حاجی صاحب نے اس کے بعد فرمایا:

''میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اٹھایا۔ جو حالت حیات میں اُٹھایا تھا''

[امداد المشتاق ص ۱۱۳ فقرہ: ۲۸۱، دوسرا نسخہ ۱۱۸]

10- حاجی امداداللہ نے فرمایا:

''چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصل بحق ہیں عباد اللہ کو عباد رسولؐ کہہ

سکتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ **قل یاعبادي الذین اسرفوا علی انفسھم** ﴾ مرجع ضمیر متکلم آنحضرت ﷺ ہیں''

اس پر اشرف علی تھانوی صاحب تائیدی نوٹ لکھتے ہیں کہ :

''قرینہ بھی انہیں معنی کا ہے آگے فرماتا ہے **لاتقنطوا من رحمۃاللّٰہ** اگر مرجع اُس کا اللہ ہوتا، فرماتا من رحمتی تا کہ مناسبت عبادی کی ہوتی''

[امدادالمشتاق ص۹۳ فقرہ:۱۸۶، دوسرانسخہ ص۹۷]

11- حاجی امداداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ :

''لوگ کہتے ہیں کہ علمِ غیب انبیاء واولیاء کونہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہلِ حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت وادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے اصل میں یہ علم حق ہے آنحضرت ﷺ کو حدیبیہ وحضرت عائشہ کے معاملات سے خبر نہ تھی۔ اس کو دلیل اپنے دعوی کی سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے''

[امدادالمشتاق ص۷۶، ۷۷ فقرہ: ۱۲۹، دوسرانسخہ ص۷۹، ۸۰]

12- اشرف علی تھانوی صاحب نے فرمایا:

''حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے، جب تک آدمی مجرد رہتا ہے انسان ہے اور جب شادی ہوجاتی ہے تو چارپایہ ہوگیا اور بال بچے ہوکر مکڑ بن جاتا ہے وعظ ازالۃ الغین ص۳۰ سلسلۃ التبلیغ ص۱۴۶''

[قصص الاکابر ص۱۱۸ فقرہ:۱۱۱]

حاجی صاحب کا مقام: دیوبندیوں کے نزدیک

حاجی امداد اللہ صاحب کا دیوبندیوں کے نزدیک بڑا مقام ہے۔ شیخ المشائخ (بیس بڑے مسلمان ص۸۴، ۹۷) سید الطائفہ (مقدمہ امداد السلوک ص۳۴، از زکریا صاحب) اور شیخ العرب العجم ہیں۔ [تاریخ مشائخ چشت ص۲۴۲ وفضائل صدقات حصہ دوم ص۵۵۵]

حاجی صاحب کے بارے میں رشید احمد گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ :

''افتخار المشائخ الاعلام ، مرکز الخواص والعوام ،منبع البرکات القدسیۃ ، مظہر الفیوضات المرضیۃ ،معدن المعارف الالٰہیۃ ،مخزن الحقائق ،مجمع الدقائق ،سراج اقرانہ، قدوۃ اھل زمانہ،سلطان العارفین ، ملک التارکین غوث الکاملین ،غیاث الطالبین الذی کلت السنۃ الاقلام من مدائحہ البالغۃ واعجزت التوصیف شمائلہ الکرائم الساطعۃ یغطیہ الاولون والآخرون من شعارہ ویحسدہ الفاجرون والغافلون من دثارہ، مرشدی معتمدی وسیلۃ یومی وغدی،مولائی ومعتقی سیدی،سندی الشیخ الحاج المشتھر بامداداللہ الفاروقی تھانوی سلمہ اللہ تعالیٰ بالارشاد والھدایۃ ...''

[امدادالسلوک ص۴۰،۴۱، الشھاب الثاقب ص۶۰]

غلوواسراف سے بھر پوران القاب کے بارے میں حسین احمد مدنی صاحب لکھتے ہیں کہ :

''صاحبو! اس عبارت کے الفاظ ومعانی پرغور کرواور بنظرانصاف فرماؤ کہ فرقہ وہابیہ [1] کیا اس قسم کے الفاظ اوراس نوع کے اعتقدات کسی کی نسبت رکھتے ہیں یانہیں ۔اس عبارت سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ حضرت قطب العالم حاجی امداداللہ قدس سرہٗ العزیز کی جتنی تصانیف وعقائد ہیں ان کے حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ بالکل موافق ومتبع ہیں اور وہی عقائد رکھتے ہیں جن کے ذریعے سے دھبہ وہابیت بالکل زائل ہے'' [الشھاب الثاقب ص۶۰]

اشرف علی تھانوی نے کہا:''حضرت سیدی مرشدی مولائی الحاج حافظ محمد امداداللہ دامت برکاتہم''

[تعلیم الدین ص۱۲۶، نیز دیکھئے ص۱۳۳،۱۶۴]

تھانوی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ:

''حضرت صاحب [1] رحمتہ اللہ علیہ کے وہی عقائد ہیں جو اہلِ حق کے ہیں''

[امدادالفتاویٰ ۵/۲۷۰]

قاری طیب نے کہا: ''حضرت حاجی امداداللہ قدس سرہ جو گویا پوری اس جماعتِ دیوبند کے شیخ طائفہ ہیں'' [خطباتِ حکیم الاسلام ۷/۲۰۶]

---

[1] یعنی حاجی امداداللہ صاحب

3- اشرف علی تھانوی کا جھوٹ ❸ :

اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ :

''کیونکہ ہمارا نزاع غیر مقلدوں سے فقط بوجہ اختلاف فروع وجزئیات کے نہیں ہے اگر یہ وجہ ہوتی تو حنفیہ ، شافعیہ کی کبھی نہ بنتی ،لڑائی دنگہ رہا کرتا، حالانکہ ہمیشہ صلح واتحاد رہا، بلکہ نزاع ان لوگوں سے اصول میں ہو گیا ہے، کیونکہ سلف صالح کو خصوصاً امام اعظم علیہ الرحمۃ کو طعن تشنیع کے ساتھ ذکر کرتے ہیں ❶ اور چار نکاح سے زیادہ جائز رکھتے ہیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دربارہ تراویح کے بدعتی بتلاتے ہیں اور مقلدوں کو مشرک سمجھ کر مقابلہ میں اپنا لقب موحد رکھتے ہیں .... والسلام علی من اتبع الھدیٰ'' [امداد الفتاویٰ ج۴ ص۵۶۲]

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے کئی جھوٹ بولے ہیں:

۱۔ اہل حدیث، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو، بقولِ تھانوی ''بدعتی'' بتلاتے ہیں۔

۲۔ حنفیوں اور شافعیوں میں ہمیشہ صلح واتحاد رہا۔

۳۔ اہلِ حدیث بقولِ تھانوی، چار نکاح سے زیادہ جائز سمجھتے ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

سیدنا امیر المؤمنین المجاھد الشھید عمر رضی اللہ عنہ، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ کے مناقب وفضائل بہت ہی زیادہ ہیں دیکھئے مشکوٰۃ المصابیح اردو، مترجم ومحشی: الشیخ اسماعیل السّلفی رحمہ اللہ ج۴ ص۴۳۴۔۴۴۷ مع الحوشی، وعام کتبِ اہل الحدیث،

ہم نے اپنے استادوں یا اقران میں سے کسی کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر ''بدعتی'' کا فتویٰ لگاتے نہیں سنا اور نہ کسی معتبر اہلِ حدیث کتاب میں یہ گھناؤنا فتویٰ پڑھا ہے۔ اگر حنفی یا اہلِ حدیث عوام میں سے کسی

---

❶ محمد بن عبدالوہاب التمیمی رحمہ اللہ اور ان کے ہم عقیدہ سلفی حضرات جو قرآن، حدیث اور اجماع کے قائل ہیں۔ صفاتِ باری تعالیٰ پر ایمان لاتے اور شرک وبدعات سے سخت نفرت کرتے ہیں۔

جاہل خبیث نے ایسی بکواس کر دی تھی تو تمام حنفیوں یا اہل حدیث کو اس سے مطعون قرار دینا غلط اور باطل ہے۔تمام آلِ دیوبند سے درخواست ہے کہ وہ کسی مستند اہلِ حدیث عالم مثلاً سید نذیر حسین محدث دہلوی ،الشیخ شمس الحق عظیم آبادی ، الشیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری ،الشیخ عبداللہ غازیپوری،الشیخ عبیداللہ مبارکپوری وغیرہم میں سے کسی ایک سے باثبوت وحوالہ یہ فتویٰ دکھادیں۔ ورنہ یہ یادرکھیں کہ اللہ تعالیٰ کہ پکڑ بہت سخت ہے۔

حنفیوں اورشافعیوں کی باہم لڑائیاں

یاقوت بن عبداللہ الحموی (متوفی ۶۲۶ھ) لکھتے ہیں کہ :

" **وقد فشا اغراب في هذا الوقت وقبله في نواحيها لكثرة الفتن و التعصب بين الشافعية والحنفية والحروب المتصلة بين الحزبين ، فكلما ظهرت طائفة نهبت محلة الاخرى واحرقتها وخربتها،لايأخذهم في ذلک إلا ولا ذمة** "

" دورِحاضر میں اوراس سے پہلے،اس (اصبہان) میں اوراس کے گردونواح میں شافعیوں اورحنفیوں کے درمیان تعصب اور کثرتِ فتن کی وجہ سے خرابی پھیل گئی ہے۔دونوں فرقوں کے درمیان پے درپے لڑائیاں ہوتی ہیں۔جب ایک گروہ غالب ہوتا تو دوسرے کے محلے کولوٹ لیتااسے جلاڈالتااورخراب کردیتا۔کسی عہدوپیمان کاانہیں خوف نہیں ہوتا تھا۔"

[معجم البلدان ج۱ص۲۰۹،اصبہان]

یاقوت الحموی مزید لکھتے ہیں کہ :

" **فلا افنوهم وقعت العصبية بين الحنفية والشافعية ووقعت بينهم حروب كان الظفر في جميعها للشافعية** "

جب انہوں (حنفیوں اورشافعیوں) نے انہیں (شیعہ کو) فنا کردیا تو حنفیوں وشافعیوں کے درمیان تعصب واقع ہوااورانکے درمیان جنگیں ہوئیں جن سب

میں فتح شافعیوں کو ہوئی [معجم البلدان ج۳ص۱۱۷،ای]
یاقوت الحموی نے آخر میں کہا:

" فهذا المحال الخراب التي ترى هى محال الشيعة والحنفية ، وبقيت هذه المحلة المعروفة بالشافعية وهى اصغر محال الري ولم يبق من الشيعة والحنفية إلامن يخفى مذهبه،ووجدت دورهم كلها مبنية تحت الأرض ودورهم بهم التي يسلك بها إلى دورهم على غاية الظلمة وصعوبة المسلك.."

یہ خراب (تباہ وبرباد) محلے جو آپ دیکھتے ہیں۔شیعوں اور حنفیوں کے محلے ہیں۔ اور شافعیوں کا یہ مشہور محلّہ باقی ہے۔یہ رے (شہر) کا سب سے چھوٹا محلّہ تھا۔شیعوں اور حنفیوں میں سے صرف وہی لوگ باقی رہے ہیں جو اپنے مذہب کو چھپاتے ہیں۔ان (دونوں) کے سارے گھر زمین کے نیچے (خفیہ) بنے ہوئے ہیں ان کے گھروں کو جانے والے تنگ ترین راستے اندھیرے سے بھرپور ہیں جن پر چلنا انتہائی مشکل ہے۔[معجم البلان ج۳ص۱۱۷]

[نیز دیکھئے تاریخ ابن اثیر (الکامل) ج۹ص۹۲ حوادث سنة ۵۶۱ھ]

معلوم ہوا کہ شافعیوں نے حنفیوں کو شیعوں کے ساتھ ملا کر ان کا قتل عام کیا تھا۔اس قتلِ عام کے باوجود تھانوی صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ "حالانکہ ہمیشہ صلح واتحاد رہا"

عیسیٰ بن ابی بکر بن ایوب الحنفی جو کہ "السهم المصيب فى الرد على الخطيب" کا مصنف ہے۔انتہائی غالی اور متعصب حنفی تھا (وكان متغالياً فى التعصب لمذهب أبى حنيفه) [الفوائد البھیۃ لمحمد عبدالحیٔ اللکنوی ص۱۵۲]

اسے اس کے باپ نے کہا کہ جب تیرے خاندان والے سارے شافعی ہیں تو تُو نے حنفی مذہب کیوں قبول کرلیا ہے؟ تو اس شخص نے کہا:

"اترغبون ان يكون فيكم رجل واحد مسلم"

کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ گھر میں ایک مسلمان ہو! [الفوائد البھیۃ ص۱۵۲، ۱۵۳]
یعنی وہ شافعیوں کو غیر مسلم سمجھتا تھا۔
محمد بن موسیٰ البلاساغونی الحنفی کہتا تھا کہ:

''لو كان لی أمر لأ خذت الجزية من الشافعية''
اگر میرے پاس اقتدار ہوتو میں شافعیوں سے جزیہ (غیر مسلموں والا ٹیکس) وصول کرلوں۔ [میزان الاعتدال ج۴ص۵۲]

تفصیل کے لئے دیکھئے الشیخ ارشاد الحق اثری کی کتاب ''اسباب اختلاف الفقہاء'' ص۴۳ تا ۵۰
تھانوی صاحب نے اہلِ حدیث سے منسوب کیا کہ وہ ''چار نکاح سے زیادہ جائز رکھتے ہیں'' (دیکھئے ص۶۶)
یہ بھی کذب وافتراء محض ہے۔اس کے برعکس الشیخ ابوالمکارم ظفر عالم صاحب شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ مالیگاؤں لکھتے ہیں کہ:

''مذکورہ بیان سے معلوم ہوا کہ بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنا جائز نہیں'' [فتاویٰ ثنائیہ ج۲ ص۱۶۶]

اہلِ حدیث کے نزدیک تو بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنا جائز نہیں مگر تھانوی صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ ''اور چار نکاح سے زیادہ جائز سمجھتے ہیں'' دوسرے لفظوں میں تھانوی صاحب نے جھوٹ کا ''لک'' [1] توڑ کر رکھ دیا ہے۔

تھانوی کا تعارف

نام: اشرف علی بن عبدالحق
پیدائش: ۱۲۸۰ھ
وفات: ۱۳۶۲ھ [2] [پیش لفظ، امداد الفتاویٰ ج۱ص۹]

[1] ''لک'' پنجابی زبان میں کمر کو کہتے ہیں۔ یہ ایک محاورہ ہے۔ جو شخص بہت بڑا جھوٹ بولے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے جھوٹ کا ''لک'' توڑ دیا ہے۔
[2] تھانوی صاحب کے مرنے سے ایک دن پہلے ۱۵ رجب ۱۳۶۲ھ میں ''صبح ہی سے مسلسل اسہال ہونے لگے''

اساتذہ: محمد قاسم نانوتوی، محمود الحسن دیوبندی وغیرھما [اکابر علمائے دیوبند ص۳۳]

پیر: حاجی امداداللہ صاحب [اکابر علمائے دیوبند ص۳۴]

حاجی امداداللہ کے حالات دیکھئے ص۵۰ تا۶۵

تصانیف: تھانوی صاحب نے بہت زیادہ کتابیں لکھی یا لکھوائی ہیں جن میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

(1) امدادالفتاویٰ (2) حفظ الایمان (3) بہشتی زیور (4) حکایاتِ اولیاء/ ارواح ثلاثہ (5) الافاضات الیومیہ/ملفوظات حکیم الامت (6) بیان القرآن (7) بوادرالنوادر (8) التکشف (9) اشرف الجواب (10) نشرالطیب (11) امدادالمشتاق (12) تقریر ترمذی (13) قصص الاکابر .وغیرہ

ان [1] کی سیرت ونوادرات پر مشتمل مضمون تو آگے آرہا ہے ص۸۹

تاہم آپ کے عقائد ونظریات سے پہلے آپ کے مولود نامہ کی چند باتیں پیش خدمت ہیں:

۱: خواجہ عزیز الحسن مجذوب اور عبدالحق صاحب فرماتے ہیں کہ:

''حضرت والا کی ولادت باسعادت کا واقعہ نہایت عجیب وغریب ہے جو خاندان میں اسی وقت سے مشہور چلا آرہا ہے اور جس کو خود حضرت والا نے اپنے بزرگوں اور حاضرین واقعہ سے سن کر قلمبند بھی فرمالیا ہے (ملاحظہ ہو مقدمۂ حسام عبرت) وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت والا کے والد ماجد کو مرض خارشت ہو گیا تھا اور اس قدر شدید تھا کہ کسی دوا سے فائدہ نہ ہوتا تھا۔ کسی ڈاکٹر نے کہا کہ اس مرض کی ایک دوا اکسیر ہے مگر وہ قاطع النسل ہے چونکہ والد صاحب مرض سے بہت تنگ آگئے تھے اس لئے انہوں نے اس دوا کا استعمال یہ کہہ کر کرلیا کہ بلا سے اولاد نہ ہو بقاء نوعی سے بقاء شخصی مقدم ہے۔ والدہ صاحبہ کو جب یہ معلوم ہوا تو بہت پریشان ہوئیں کیونکہ اس وقت تک کوئی نرینہ اولاد زندہ نہیں رہتی تھی شدہ شدہ یہ خبر نانی

[1] تھانوی صاحب کے بارے میں غلو سے بھرے القاب کے لیے دیکھئے الشہاب الثاقب ص۹۷

صاحبہ کو بھی پہونچ گئی ان کو بھی بڑی پریشانی ہوئی انہوں نے حضرت حافظ غلام مرتضٰی صاحب مجذوب پانی پتیؒ سے (جو اتفاق سے نانا صاحب کے تعلقات سابقہ کی وجہ سے تشریف لائے ہوئے تھے) شکایت کی کہ حضرت میری اس لڑکی کے لڑکے زندہ نہیں رہتے۔ حافظ صاحب نے بطریق معما فرمایا کہ عمر و علی کی کشا کشی میں مرجاتے ہیں اب کی بار علی کے سپرد کردینا زندہ رہے گا۔ اس مجذوبانہ معما کو کوئی نہ سمجھا لیکن والدہ صاحبہ نے اپنی فہم خداداد اور نور فراست سے اس کو حل کیا اور فرمایا کہ حافظ صاحب کا یہ مطلب ہے کہ لڑکوں کے باپ فاروقی ہیں۔ اور ماں علوی اور اب تک جو نام رکھے گئے وہ باپ کے نام پر رکھے گئے یعنی فضل حق وغیرہ، اب کی بار جو لڑکا ہو اُس کا نام ننہال کے ناموں کے مطابق رکھا جائے۔ جس کے آخر میں علی ہو۔ حافظ صاحبؒ یہ سن کر ہنسے اور فرمایا کہ واقعی میرا یہی مطلب ہے یہ لڑکی بڑی عقل مند معلوم ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ انشاءاللہ اس کے دو لڑکے ہوں گے اور زندہ رہیں گے ایک کا نام اشرف علی خاں رکھنا دوسرے کا نام اکبر علی [1] خاں۔ نام لیتے وقت خاں اپنی طرف سے جوش میں آکر بڑھا دیا تھا۔ کسی نے پوچھا حضرت کیا وہ پٹھان ہوں گے؟ فرمایا: نہیں، اشرف علی اور اکبر علی نام رکھنا یہ بھی فرمایا کہ دونوں صاحب نصیب ہوں گے۔ یہ بھی فرمایا کہ ایک میرا ہوگا وہ مولوی ہوگا اور حافظ ہوگا اور دوسرا دنیا دار ہوگا۔ چنانچہ یہ سب پیشین گوئیاں حرف بحرف راست نکلیں۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ یہ جو میں کبھی اُکھڑی اُکھڑی باتیں کرنے لگتا ہوں اُن ہی مجذوب صاحب کی روحانی توجہ کا اثر ہے جن کی دعا سے میں پیدا ہوا ہوں کیونکہ طبیعت مجذوبوں کی طرح

---

[1] حسین احمد مدنی صاحب نے کہا: ''ہاں مولانا مرحوم (تھانوی) کے بھائی محکمہ سی آئی ڈی میں بڑے عہدے دار اخیر تک رہے ان کا نام مظہر علی ہے۔ انہوں نے جو کچھ کیا ہو مستبعد نہیں ہے'' [مکتوبات شیخ الاسلام ج ۲ ص ۳۱۹ مکتوب ۱۱۹]

آزاد ہے اُلجھی ہوئی باتوں کی محتمل نہیں''

[اشرف السوانح ج ا ص ۱۶، ۱۷، دوسرا نسخہ ص ۱۹، ۲۰، بیس بڑے مسلمان ص ۳۰۵]

اس بیان سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ مجذوب صاحب (بذریعۂ کشف) یہ علمِ غیب جانتے تھے کہ فلاں عورت کے مستقبل میں دو بیٹے پیدا ہوں گے اور دونوں زندہ رہیں گے۔

۲۔ مجذوب کو اس کا بھی علم تھا کہ ایک مولوی ہوگا اور دوسرا دنیادار۔

۳۔ تھانوی صاحب کے سابقہ بھائی سیدنا عمر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کی کشاکشی (کھینچا تانی) میں فوت ہو جاتے تھے کیوں کہ انہیں سیدنا الفاروق کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

۴۔ جن بچوں کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا گیا وہ زندہ رہے۔

۵۔ قطع النسل والی بیماری کے باوجود یہ دولڑکے پیدا ہوئے۔

تنبیہ: درج بالا بیان کا مفہوم الفاظِ مختلفہ کے ساتھ الکلام الحسن میں بھی ہے۔ [ج ۲ ص ۱۲۷]

۲: اشرف السوانح میں ہے کہ ''کسی نے مادۂ تاریخ: کرم عظیم خوب نکالا ہے'' [ج ا ص ۱۹]

اشرف علی تھانوی صاحب خود فرماتے ہیں کہ:

''میرا سن ولادت ۱۲۸۰ھ ہے پانچویں ربیع الثانی بوقت صبح صادق مادہ تاریخ کرم عظیم ہے یا مکر عظیم کہئے''

[قصص الاکابر ص ۲۷۴ فقرہ نمبر ۲۰۷ و حسن العزیز ص ۳۹ ملفوظ نمبر ۱۰]

تھانوی صاحب نے فرمایا:

''دیکھئے میرا مادہ تاریخی مکر عظیم ٹھیک ہے یا نہیں۔ میں آخر شیخ زادہ ہوں۔ شیخ زادے بڑے فطری [1] ہوتے ہیں مجھے بھی فطرتیں [2] بہت آتی ہیں...''

[حسن العزیز ص ۴۰ ملفوظ نمبر ۱۰]

---

[1] ''فطری: قدرتی۔ پیدائشی، ۲۔ شرارتی۔ فتنہ پرداز ۳۔ شوخ۔ چالاک'' (علمی اردو لغت ص ۱۰۵۵)

[2] جمع فطرت ''فطرت: آفرینش، قدرت، ۲۔ خمیر سرشت ۳۔ دانائی ہوشیاری ۴۔ مکر و فریب شرارت چالاکی ۵۔ سازش سانٹھ گانٹھ ۶۔ فتنہ انگیزی'' (علمی اردو لغت ص ۱۰۵۵)

۳: تھانوی صاحب کے پردادا کیرانہ اور شاملی کے درمیان مارے گئے تھے۔اس کے بعد کیا ہوا؟ اشرف السوانح کا بیان پڑھ لیں:

''شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا۔شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ کے تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لاکر دی اور فرمایا کہ اگر تم کسی سے ظاہر نہ کروگی تو اسی طرح روز آیا کریں گے لیکن اُن کے گھر کے لوگوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں اس لئے ظاہر کر دیا اور پھر آپ تشریف نہیں لائے۔یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے۱۲''

[ج۱ص۱۲، دوسرا نسخہ ص۱۵]

قارئین سے معذرت خواہ ہوں کہ یہ کتاب تفاصیل کی محتمل نہیں ہے لہذا اب تھانوی صاحب کے چند عقائد ونظریات پیشِ خدمت ہیں:

تھانوی صاحب کے چند عقائد ونظریات

ایک سوال کے جواب میں اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہوتو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا [1] علمِ غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے''

[حفظ الایمان ص۱۳، دوسرا نسخہ ص۱۱۶، نیز دیکھئے الشہاب الثاقب ص۹۸]

[1] ''ایسا: اس قسم کا۔اس ڈھنگ کا۔اس طرح کا۔اس قدر۔ایسا تیسا۔معمولی۔فضول۔کمینہ۔نالائق۔کلمۂ حقارت'' (فیروز اللغات اردو ص۱۴۵) نیز دیکھئے علمی اردو لغت ص۱۵۶، جامع نسیم اللغات ص۸۸، نسیم اللغات میں ہے کہ ''اس قسم کا، اس شکل کا، اس قدر، اتنا، مانند، مثل، اس طرح، یوں، اچھائی یا بُرائی کی جگہ بطور مبالغہ''

درج بالاعبارتِ خبیثہ میں نبی کریم ﷺ کے علمِ مبارک کو جانوروں کے علم سے تشبیہ دی گئی ہے۔
حسین احمد مدنی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ ہے'' [الشہاب الثاقب ص۱۰۳]
تھانوی صاحب کی عبارت مذکورہ سے جب لوگ سخت ناراض ہوئے تو تھانوی صاحب ڈٹ گئے اور کہا:

''میں اپنے نزدیک کسی ضروری جز کو نہیں چھوڑتا'' [امداد الفتاویٰ ج۶ ص۶۰]

۲: رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ سری نمازوں (مثلاً ظہر وعصر) میں بعض اوقات ایک یا دو آیتیں جہراً پڑھ دیتے تھے دیکھئے صحیح البخاری (ح ۷۵۹، ۷۶۲، ۷۷۶، ۷۷۸، ۷۷۹) وصحیح مسلم (۴۵۱)

چونکہ یہ صحیح حدیث فقۂ دیوبند کے سراسر خلاف ہے لہذا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے تھانوی صاحب ''فرماتے'' ہیں کہ:

''اور میرے نزدیک اصل وجہ یہ ہے کہ آپ پر ذوق وشوق کی حالت غالب ہوتی تھی جس میں یہ جہر واقع ہو جاتا تھا اور جب کہ آدمی پر غلبہ ہوتا ہے تو پھر اس کو خبر نہیں رہتی کہ کیا کر رہا ہے'' [تقریر ترمذی از تھانوی ص۷۱]

یعنی تھانوی صاحب کے نزدیک نبی ﷺ کو ذوق وشوق کی حالت میں یہ خبر نہیں رہتی تھی کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ اس وجہ سے آپ کبھی کبھار ایک دو آیتیں جہراً پڑھ دیتے تھے۔ **معاذ اللہ من هذا الکفر**

اس کی تردید کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ:

''**إنی لاقوم فی الصلوۃ ارید ان اطول فیھا فاسمع بکاء الصبي فاتجوز في صلا تي کراھیة ان اشق علی اُمه**''

میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں (تو) ارادہ کرتا ہوں کہ لمبی نماز پڑھوں گا۔ پھر میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں۔ میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ اس بچے کی ماں کو تکلیف پہنچے۔

[صحیح البخاري کتاب الاذان باب من اخف الصلوۃ عند بکاء الصبي ح ۷۰۷ نیز دیکھئے صحیح مسلم (۴۶۹، ۴۷۰) وغیرہ]

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ بے خبری کے ساتھ نہیں، بلکہ انتہائی علم وخبر کے ساتھ نماز پڑھاتے تھے۔

۳: تھانوی صاحب احادیث صفات ونزول باری تعالیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''بہت سے اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں اپنے ظاہر پر رکھی جائیں یعنی یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بھی ہیں اور پیر بھی اور آنکھ اور کان سب چیزیں ہیں مگر ہم اُن کی کیفیات سے آگاہ نہیں ہیں جیسا وہ خدائے بے مثل ہے اور جیسا اس کی ذات کا کما حقہ ادراک نہیں ہوسکتا۔ ایسے ہی اس کے صفات کا ادراک بھی محال ہے اور سلف صالحین وعلماء متقدمین کا یہی مذہب تھا اور جہمیہ جو ایک فرقہ اسلامیہ [1] ہے وہ ان سب امور میں تاویل کرتے ہیں۔ مثلاً **یـد الـلـه فوق ایـدیهـم** میں ید سے مراد قوت کہتے ہیں۔ اور متاخرین نے ان مبتدعین کے مذہب کو اختیار کیا ہے ایک خاص ضرورت [2] سے اور وہ یہ ہے کہ نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہوتی تھی۔'' [تقریر ترمذی ص۲۰۳، ۲۰۴]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ دیوبندیوں نے صفاتِ باری تعالیٰ ونزول الرب الی السماء الدنیا کے مسئلے میں سلف صالحین وعلمائے متقدمین کے کو چھوڑ کر جہمیہ کا مذہب اختیار کیا ہے۔ تھانوی صاحب نے خود، نزولِ رب کی تاویل ''نزول الرحمۃ'' یعنی رحمت کے نزول سے کی ہے۔

[تقریر ترمذی ص۱۳۲]

---

[1] امام یحیٰ بن یحیٰ، ابوتوبہ، علی بن المدینی، وکیع بن الجراح، عبداللہ بن المبارک (رحمہم اللہ) جہمیہ کو کفار قرار دیتے اور مسلمانوں کے زمرے سے باہر نکالتے تھے (رد الدارمي علی بشر المریسی العنید ص۵ تصنیف: عثمان بن سعید الدارمي)

سلام بن ابن مطیع نے کہا: جہمیہ کفار ہیں اُن کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے [السنۃ لعبداللہ بن أحمد ۱/۱۰۵ وسندہ حسن]

امام بخاری بھی جہمیہ کو کفار سمجھتے تھے۔ [طبقات الشافعیۃ ۲/۱۲]

[2] ضرورت یہ ہے کہ صفاتِ باری تعالیٰ کا انکار کرکے جہمیہ کا مذہب اختیار کیا جائے اور پھر یہ راگ الاپا جائے کہ ہم اہلِ سنت ہیں۔ (!)

اشرف علی تھانوی، مفتی کفایت اللہ، عاشق الٰہی میرٹھی اور محمود حسن وغیرہم کی تصدیقات سے شائع شدہ کتاب ''المھند علی المفند/عقائد علماء دیوبند'' میں لکھا ہوا ہے کہ:

''اس قسم کی آیات میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ ان پر ایمان لاتے ہیں اور کیفیت سے بحث نہیں کرتے، یقیناً جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مخلوق کے اوصاف سے منزہ اور نقص وحدوث کی علامات سے مبرا ہے جیسا کہ ہمارے متقدمین کی رائے ہے اور ہمارے متاخرین اماموں نے ان آیات میں جو صحیح اور لغت وشرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں تا کہ کم فہم سمجھ لیں مثلاً یہ کہ ممکن ہے استواء سے مراد غلبہ ہو اور ہاتھ سے مراد قدرت، تو یہ بھی ہمارے نزدیک حق ہے۔ البتہ جہت ومکان کا اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا ہم جائز نہیں سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ وہ جہت ومکانیت اور جملہ علاماتِ حدوث سے منزہ وعالی ہے''

[المھند ص۴۲ جواب سوال: ۱۳،۱۴]

خلیل احمد سہارنپوری اور ان مصدقین نے ہاتھ سے مراد قدرت لیا ہے۔ [1] ان کی تردید میں امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ:

''ولہ ید ووجہ ونفس فما ذکرہ اللہ فی القرآن من ذکر الوجہ والید والنفس فھولہ صفات بلاکیف، ولایقال إن یدہ قدرتہ أونعمتہ لأن فیہ ابطال الصفة وھو قول اھل القدر والاعتزال، ولکن یدہ صفة بلاکیف''

اور اس کا ہاتھ، چہرہ اور نفس ہے۔ پس اللہ نے قرآن میں چہرے، ہاتھ اور نفس کے بارے میں جو بیان کیا ہے وہ اس کی صفتیں ہیں بغیر کیفیت (کے بیان) کے۔ اور یہ نہیں کہا جاتا کہ اس کے ہاتھ سے مراد قدرت یا نعمت ہے کیونکہ اس میں صفت کا ابطال ہے اور یہ قول قدریوں، اور معتزلیوں کا ہے۔ لیکن اس کا ہاتھ

[1] نیز دیکھئے شہاب الثاقب ص۶۴

اس کی صفت ہے بغیر کیفیت (وتشبیہ) کے۔

[الفقہ الاکبر مع شرح القاری ص ۳۶، ۳۷]

معلوم ہوا کہ دیوبندی حضرات اپنے مزعوم امام کے نزدیک اہل سنت سے خارج اور معتزلہ میں شامل ہیں لہذا ان کا اپنے آپ کو حنفی اور اہلِ سنت قرار دینا انتہائی غلط پروپیگنڈا ہے۔

۴: تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''میں (راوی ملفوظات) حضرت کی خدمت میں غذائے رُوح کا وہ سبق جو حضرت شاہ نور محمد صاحب کی شان میں ہے، سنا رہا تھا۔ جب اثر مزار شریف کا بیان آیا آپ [1] نے فرمایا کہ میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا۔ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمایئے۔ حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ میں [1] زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا۔ اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ پائیں قبر سے ملا کرتا ہے۔ (حاشیہ) قولہ: وظیفہ مقررہ، اقول [2] یہ منجملہ کرامات کے ہے ۱۲''

[امداد المشتاق ص ۱۱۷ فقرہ: ۲۹۰، دوسرا نسخہ ص ۱۲۳]

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب کے نزدیک اگر کوئی شخص قبر پر جا کر عرض کرے کہ (اے صاحبِ قبر) ''میں بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمایئے'' اور پھر اس کو دستگیری ہو۔ امداد ملے تو یہ بات قبر والے کی کرامات میں سے ہے۔!

۵: اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''خاں صاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی فرماتے تھے کہ شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی کے ایک مرید تھے جن کا نام عبداللہ خاں تھا اور قوم کے راجپوت تھے اور یہ

---

[1] حاجی امداداللہ صاحب

[2] اشرف علی تھانوی صاحب

حضرت کے خاص مریدوں میں تھے۔ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کے گھر میں
حمل ہوتا اور وہ تعویز لینے آتا تو آپ فرمادیا کرتے تھے کہ تیرے گھر میں لڑکی
ہوگی یا لڑکا۔اور جو آپ بتلا دیتے تھے وہی ہوتا تھا۔''

[حکایات اولیاء/ ارواح ثلاثہ ص۱۸۴، ۱۸۵ حکایت نمبر ۱۴۷ نیز دیکھئے ص ۲۷۱ حکایت نمبر ۲۵۴ وص ۴۲۲ حکایت ۴۳۸]

معلوم ہوا کہ نانوتوی وتھانوی کے نزدیک عبداللہ خان صاحب یہ جانتے تھے کہ فلاں عورت کے پیٹ میں لڑکا ہےاور فلاں کے پیٹ میں لڑکی، گویا مافی الارحام کا علم غیب انہیں حاصل تھا۔!

۶: شیخ احمد عبدالحق ردولوی کے بڑے بھائی کے بارے میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''پھر ایک زمانے میں آپ نے شادی کی، اولاد بھی ہوئی مگر اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔
جو بچہ پیدا ہوتا تھا وہ تین مرتبہ حق حق حق کہہ کر مر جاتا تھا ایک مرتبہ آپ کی بی بی
اس رنج کی وجہ سے کہ اولاد زندہ نہیں رہتی۔آپ کے سامنے روئیں۔آپ نے
فرمایا: اچھا اب جو بچہ پیدا ہوگا، وہ زندہ رہے گا، چنانچہ پھر جو بچہ پیدا ہوا، اس نے
حق حق حق نہیں کہا اور وہ زندہ رہا۔صفحہ ۹۹ م نمبر ۳۱۰ حسن العزیز جلد اول''

[قصص الاکابر ص ۱۰ قبل فقرہ نمبر ۱]

۷: تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے صاحبِ کشف تھے اور تقویٰ میں
مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ سے بڑھ کر تھے۔مولوی فضل حق صاحب
معقولی حدیث میں آپ کے شاگرد تھے، ان سے ایک سید شیعی نے یہ کہا کہ سُنا
ہے: تمہارے استاد بڑے صاحب کشف [1] ہیں، میں تو جب جانُوں کہ جب
میں جاؤں تو وہ میری تعظیم کے لیے باعتبار میری سیادت کے کھڑے ہو جاویں
اور ان کو میرا سید ہونا معلوم ہو جاوے، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کسی کی تعظیم
نہیں فرماتے تھے مزاج میں سادگی بہت تھی اور ان کی یہ بھی ایک کرامت تھی کہ

اہل حق کے سلام کے جواب میں داہنا ہاتھ اور اہلِ باطل کے سلام کے جواب میں
بایاں ہاتھ خود بخود اُٹھ جاتا تھا، پس وہ شخص مولوی فضل حق صاحب کے ساتھ آیا
تو سلام کا جواب توحسبِ عادت شاہ صاحب کو ملا، مولوی صاحب سلام پر داہنا
ہاتھ اور اس شیعی کے سلام پر بایاں ہاتھ اٹھ گیا، مگر شاہ صاحب تعظیم کے لیے نہیں
کھڑے ہوئے ، مولوی فضل حق صاحب دل میں بہت زچ پچ ہوئے کہ کاش
اس وقت کھڑے ہوجاتے تو میری بات رہ جاتی، شاہ صاحب دفعتہً کھڑے
ہوگئے اور فرمایا: میر صاحب! یہ آپ کی سیادت کی تعظیم ہے اور میں نے جو اول
تعظیم نہ کی تھی، وجہ اس کی یہ ہے کہ باوجود سیادت کے تم میں جو عقائدِ باطلہ مل گئے
ہیں، تمہاری مثال قرآن محرّف کی سی ہے، جس کی تعظیم غیر واجب ہے۔'' الخ

[قصص الاکابر ص ۲۰، فقرہ نمبر ۳ بحوالہ ملفوظات خبرت حصہ سوم ص ۱۵ م ۲۴]

نبی کریم ﷺ کے علمِ غیب کو جانوروں اور مجنونوں سے تشبیہ دینے والا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ فلاں بزرگ اور فلاں بزرگ بذریعۂ کشف علمِ غیب رکھتا تھا، **واللہ من ورائھم محیط**

۸: تھانوی صاحب نے کہا کہ :

''حضرت گنگوہی [1] فرمایا کرتے تھے کہ میں ہوتا تو منصور [2] کے قتل کے فتوے
میں کبھی شریک نہ ہوتا ۔فرمایا حضرت والا (مولانا مرشدنا شاہ محمد اشرف علی
صاحب مدظلہ) نے: منصور پر یہ ظلم فتوے کی آڑ میں کیا گیا جیسا کہ مثنوی شریف
[3] میں موجود ہے:

چوں قلم در دست غدارے فتاد
لاجرم منصور بردارے فتاد''

---

[1] رشید احمد گنگوہی، دیکھئے ص ۳۸ [2] حسین بن منصور الحلاج

[3] جلال الدین رومی بدعتی حلولی کی کتاب مثنوی، جس کے بارے میں جامی بدعتی کہتا تھا:

مثنوی مولوی معنوی ہست قرآن در زبان پہلوی

دیکھئے حسن العزیز ص ۳۵۵ ملفوظ نمبر ۴۱۸، یعنی جامی و تھانوی کے خیال میں مثنوی رومی فارسی زبان میں قرآن ہے (!)

[قصص الاکابر ص۱۳۳بحوالہ حسن العزیز جلد چہارم ص۹۳]

حسین بن منصور الحلاج جسے جاہل صوفی حضرات منصور کے نام سے پکارتے ہیں۔ ایک کافر انسان تھا جسے اس کے کفر کی وجہ سے علمائے کرام کے اتفاقی فتوے پر قتل کیا گیا تھا دیکھئے میزان الاعتدال للحافظ الذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸)[ج ا ص ۵۴۸ ت ۲۰۵۹] ولسان المیزان للعسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲) [ج۲ص۳۱۴، ۳۱۵]

ظفر احمد عثمانی تھانوی صاحب اعلاء السنن نے اس کافر کی "سیرت" پر ایک کتاب "سیرت منصور حلاج"، لکھی ہے جسے مکتبہ دارالعلوم کراچی سے شائع کیا گیا ہے اور ٹائٹل پر "زیرنگرانی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز" لکھا ہوا ہے۔(!)

ظفر احمد تھانوی نے لکھا ہے کہ:

"لقب حلاج کی وجہ: لوگوں کے اسرار بیان کر دیتے، ان کے دلوں کی باتیں بتلا دیتے (یعنی کشف ضمائر بھی حاصل تھا) اسی وجہ سے ان کو حلاج الاسرار کہنے لگے پھر حلاج لقب پڑ گیا" [سیرتِ منصور حلاج ص۳۱]

یہ سب جھوٹ ہے۔ اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے والحمدللہ ❶

حسین بن منصور کہتا تھا: " اناالحق "، میں الحق (خدا) ہوں۔ [دیکھئے کتاب مذکور ص۵۰]

وہ اپنے آپ کو "الرحمٰن الرحیم" لکھتا تھا۔ [دیکھئے لسان المیزان ج۲ص۳۱۴]

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"قتلوه على الكفر والحلول والانسلاخ من الدين....ومن نظر في مجموع أمره علم أن الرجل كان كذاباً "مموهاً ممخرقاً حلولياً"

اسے کفر، حلول اور دین (اسلام) سے خروج کی وجہ سے قتل کیا گیا ہے۔ جو شخص اُس کے سارے حالات دیکھتا تھا جانتا ہے کہ یہ آدمی جھوٹا، باطل خبروں والا،

---

❶ ظفر احمد تھانوی نے مزید لکھا ہے کہ: "منجملہ ان کی کرامات کے یہ بھی ہے کہ لوگ جو کچھ کھاتے پیتے اور اپنے گھروں میں جو کام کرتے سب بیان کر دیا کرتے اور لوگوں کے دلوں کی باتیں بتلا دیا کرتے تھے" [سیرت منصور حلاج ص۴۲]

جادوگر (اور) حلولی ہے۔

[تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲۳ ص ۲۵۲، ۲۵۳ وفیات سنۃ ۳۰۹ ھ]

حسین بن منصور: الکذاب نے اپنی موت کے وقت کہا تھا کہ:

"لا يهو لنكم هذا فإني عائد إليكم بعد ثلاثين يوماً ، ثم قتل"

اس بات سے نہ ڈرنا کیونکہ بے شک میں تیس ۳۰ دنوں کے بعد تمہارے پاس واپس آجاؤں گا، پھر وہ قتل کر دیا گیا۔

[تاریخ بغداد ج ۸ ص ۱۳۱ وصححہ ابن الجوزی فی المنتظم ۱۳/۲۰۶]

لسان المیزان میں اس روایت کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ:

" **وإسناد ها صحيح** " اوراس کی سند صحیح ہے۔ [لسان المیزان ج ۲ ص ۳۱۵]

۹: ایک شخص نے ایک شیطانی خواب دیکھا پھر اس خواب کا تذکرہ اشرف علی تھانوی صاحب سے درج ذیل الفاظ میں کیا کہ:

''اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور [1] کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھسے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بیساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی

[1] یعنی اشرف علی تھانوی صاحب

طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالتِ خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالتِ بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں **اللھم صل علی سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی** حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اُس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں''

اس خط کو نقل کرنے کے بعد اشرف علی تھانوی صاحب نے جواب لکھا:

''جواب اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ۲۴؍شوال ۱۳۳۵ھ'' [الامداد عدد ۸ جلد ۳، ماہ صفر ۱۳۳۶ھ ص ۳۵]

یعنی تھانوی صاحب کے نزدیک اس دیوبندی کا ''**اشرف علی رسول اللہ**'' اور ''**اللھم صل علی سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی**'' کہنا صحیح ہے۔ اسی لئے تھانوی صاحب نے اس حرکت کا کوئی رد نہیں کیا۔

۱۰: تھانوی صاحب نے سری سقطی کی ایک مریدنی کا ذکر لکھا ہے جس کا بیٹا ظار نامی پانی میں ڈوب کر مر گیا تھا۔ جب اسے بتایا گیا کہ: ''تیرا بیٹا ڈوب کر مر گیا''

تو اس مریدنی نے تعجب سے کہا: ''میرا بیٹا؟''

بتانے والے نے کہا: ''ہاں تیرا بیٹا''

آگے تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''کہنے لگیں کہ میرا بیٹا کبھی نہیں ڈوبا اور یہ کہہ کر اُٹھ کر اس جگہ پہنچیں اور جا کر بیٹے کا نام لے کر پکارا۔ اے ظار۔ اس نے جواب دیا کہ کیوں اماں اور پانی سے زندہ نکل کر چلا آیا۔ حضرت سریؒ نے حضرت جنیدؒ سے پوچھا یہ کیا بات ہے۔ انہوں نے فرمایا: اس عورت کا ایک خاص ایسا مقام اور درجہ ہے کہ اس پر جو مصیبت آنے والی ہوتی ہے اس کو خبر کر دی جاتی ہے۔ اور اس کی خبر نہیں ہوئی تھی اس لئے اس نے کہا کہ کبھی ایسا نہیں ہوا۔''

[بہشتی زیور ص۶۸۹ حصہ ہشتم ص۵۱ ''حضرت سری سقطی کی ایک مریدنی کا ذکر'' نیز دیکھئے ملفوظات حکیم الامت ج۹ ص۱۱۳ ملفوظ نمبر۱۴۲]

۱۱: تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''فرمایا کہ مولوی معین الدین صاحب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت (جو بعد وفات واقع ہوئی) بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑہ بخار کی بہت کثرت ہوئی۔ سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا اسے ہی آرام ہو جاتا۔ بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈلواؤں تب ہی ختم - کئی مرتبہ ڈال چکا۔ پریشان ہو کر ایک دفعہ مولانا کی قبر پر جا کر کہا (یہ صاحبزادے بہت تیز مزاج تھے) [1] آپ کی تو کرامت ہوگئی اور ہماری مصیبت ہوگئی۔ یاد رکھو کہ اگر اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہیو۔ لوگ جوتہ پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے۔ بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا۔ جیسے شہرت آرام کہ ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہوگئی کہ اب آرام نہیں ہوتا۔ پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دیا۔''

[حکایات اولیاء/ارواح ثلاثہ ص۳۳۹ حکایت ۳۶۶، دوسرا نسخہ ص۳۰۶]

---

[1] یہ بریکٹ کا اشارہ '')'' اصل نسخوں سے گر گیا ہے جب کہ سیاق اس کا مقتضی ہے۔

اس حکایت سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ قبر کی مٹی سے لوگوں کو شفا ہوتی تھی۔

۲۔ قبر والا سنتا ہے۔

۳۔ قبر والا تصرف رکھتا ہے۔

۴۔ لوگ بیماری کے علاج کے لیے قبروں پر جاتے ہیں اور یہ کام غلط نہیں ہے ورنہ تھانوی صاحب اسے بطورِ کرامت کے بیان نہ کرتے بلکہ رد کرتے۔

۱۲: ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے ایک شخص کا ذکر کرتے ہوئے تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''گنگوہ میں ایک بزرگ تھے جن کا نام صادق تھا وہ مرید کم کرتے تھے۔ دو شخص ان کے پاس آئے انہوں نے دونوں کا امتحان کیا اور کہا کہ کہو: **لا الٰہ الا اللّٰہ صادق رسول اللّٰہ** ایک بھاگ گیا۔ دوسرے نہ کہہ دیا۔ اس کو بیعت کرلیا اور فرمایا کہ تم نے کیا سمجھا اُس نے کہا: میں نے آپ کو رسول تو نہیں سمجھا۔ یہ تاویل کرلی کہ رسول اللہ مبتدا اور صادق خبر مقدم ہے فرمایا کہ میری بھی یہی مراد تھی''

[الکلام الحسن جلد دوم ص ۴۷]

تاویل وتحریف تو ہر باطل فرقہ کرتا ہی رہتا ہے۔ ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے ''خاتم النبیین'' کا معنی ''نبیوں کی مہر'' سے کرتے ہیں۔ ایسے ہی ایک مؤول ومحرف کا واقعہ یاد آ گیا، قارئین کی دلچسپی کے لیے باحوالہ پیشِ خدمت ہے:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

'' قال المبرد :قال رجل لهشام الفوطي : كم تعدمن السنين ؟قال من واحد إلى اكثر من الف ، قال :لم ارد هذا ،كم لک من السن؟ قال :اثنان وثلا ثون سنا قال :كم لک من السنين؟ قال : ما هي لي كلها لله،قال :فماسنک ؟قال :عظم ، قال :فابن كم انت؟

قال ابن ام وأب،قال:فكم اتى عليك ؟قال لو أتى علي شئ لقتلني، قال:ويحك فكيف أقول؟ قال:قل :كم مضى من عمرك،قلت :هذا غاية ماعند هؤلاء المتقعرين من العلم ، عبارات وشقاشق لايعبأالله بها، يحرفون بهاالكلم عن مواضعه قديماً، وحديثاً،فنعوذبالله من الكلام وأهله "

مبرد (نحوی) نے کہا: ایک آدمی نے ہشام الفوطی (مبتدع) سے کہا: تم کتنے سنین (سال) گنتے ہو؟ کہا: ایک سے لے کر ہزار سے زیادہ، اس آدمی نے کہا: میرا یہ ارادہ نہیں تھا۔ تمہاری کتنی سِن [1] ہے۔ اس نے کہا: بتیس دانت ہیں۔ اس نے کہا: تمہارے کتنے سنین (سال) ہیں؟ اس نے کہا: یہ میرے نہیں ہیں سارے اللہ کے ہیں۔ اس نے کہا تمارا سن [1] کیا ہے؟ اس نے کہا: ہڈی ہے، پوچھنے والے نے کہا: تو کتنے (سالوں) کا بیٹا ہے۔ اس نے کہا: ماں اور باپ کا بیٹا ہوں اس نے کہا: تجھ پر کتنے سال آئے ہیں۔ کہنے لگا: اگر کوئی چیز مجھ پر آجاتی تو مجھے قتل کر دیتی، وہ آدمی (پریشان ہو کر کہنے لگا: تو خراب ہو، میں کس طرح تجھ سے پوچھوں؟ اس نے کہا: کہہ کہ تیری کتنی عمر گزر چکی ہے۔ میں (ذہبی) نے کہا: نام نہاد علم کی گہرائیوں میں جانے والوں کے پاس زیادہ سے زیادہ یہی ہے۔ عبارتیں اور فصیح نما بلائیں ہیں جن کی اللہ کو کوئی پروا نہیں ہے۔ زمانۂ قدیم اور عصر حاضر میں یہ لوگ ان (چالوں) کے ساتھ کلام میں تحریف کر کے اپنے مواضع سے پھیر دیتے ہیں پس ہم ایسے علمِ کلام اور ایسے متکلمین سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ [سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص۵۴۷ ترجمۃ ہشام بن عمرو الفوطی]

۱۳: تھانوی صاحب صاف صاف فرماتے ہیں کہ:

---

[1] عمر، دانت کو بھی سن کہتے ہیں۔

''دستگیری کیجئے میرے نبی
کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ
فوجِ کلفت مجھ پہ آغالب ہوئی''

[نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص۱۹۴]

۱۴: عبدالماجد دریابادی کے نام مدرسۃ الاصلاح کے مدیر کا ایک خط آیا تھا کہ:
''مولانا تھانوی کا فتویٰ شائع ہو گیا۔ مولانا شبلی اور مولانا حمید الدین کافر ہیں''

[حکیم الامت ص۴۱۸ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ لاہور]

۱۵: تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:
''اہلِ کشف متفق ہیں کہ مردہ کو ادراک ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ کشفی اور ظنی ہوا۔ اہلِ ظاہر اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ سیوطیؒ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص اپنی والدہ کی قبر پر جا کر قرآن پڑھا کرتا تھا۔ تو والدہ نے خواب میں کہا کہ پہلے تھوڑی دیر چپکے بیٹھ جایا کرو۔ وجہ یہ ہے کہ تو آتے ہی قرآن شریف پڑھنے لگتا ہے۔ اس قدر انوار ہوتے ہیں کہ تو ان میں چھپ جاتا ہے اور میں تیرا چہرہ بھی نہیں دیکھ سکتی۔ ترستی رہتی ہوں۔'' [الکلام الحسن ج۲ ص۳۲۲]

۱۶: تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:
''اور وہ دلیل نہی ہم مقلدوں کے لئے تو فقہاء کا فتویٰ ہے اور فقہاء کی دلیل تفتیش کرنے کا ہم کو حق حاصل نہیں'' [امداد الفتاویٰ ج۵ ص۳۱۳، ۳۱۴]

۱۷: تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:
''شمس الائمہ حلوائی حسبِ تصریح شامی فقہاء کے طبقۂ ثالثہ سے ہیں کہ ہمارے لئے ان کا بلکہ ان کے مابعد والوں کا قول بھی حجت ہے چنانچہ درمختار میں ہے:
واما نحن فعلينا اتباع ما رجحوه وما صححوه۔۔ إلخ''

[امداد الفتاویٰ ج ا ص ۱۳۷]

۱۸: تھانوی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ :

''اور سب سے اخیر بات مقلد کی شفاء کے لئے یہ ہے کہ مقلد کے ذمہ اثبات بالدلیل نہیں اس کے لئے متبوعین فی المذہب کا قول بس ہے''

[بوادر النوادر ص ۱۳۸]

۱۹: ایک دفعہ، تھانوی صاحب نے فرمایا:

''انگریزوں کی دوستی فتنہ باطنہ ہے اور ان کی دشمنی (بحالتِ موجودہ کہ مسلمانوں میں مقابلہ کی طاقت نہیں) فتنۂ ظاہرہ ہے۔ اور ہم دونوں سے پناہ مانگتے ہیں''

[مجالس حکیم الامت ص ۱۲۲، از مفتی محمد شفیع صاحب]

۲۰: تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ :

''فرمایا کہ مولوی قلندر صاحبؒ کو ہر روز زیارت رسول اللہ ﷺ کی ہوتی تھی ایک دن کسی جمال کے لڑکے کو کہ سیّد تھا طمانچہ مارا اس دن سے زیارت منقطع ہوگئی۔ مدینہ منورہ کے مشائخ سے رجوع کی انہوں نے ایک زن ولیّہ مجذوبہ کا حوالہ فرمایا جب وہ عورت مسجد نبوی میں آئی مولانا نے عرض کیا سنتے ہی جوش میں آئی اور مولانا کا ہاتھ پکڑ کر کہا شف ھـذا رسـول اللّٰـه ﷺ پس (مولانا نے) بیداری میں چشمِ ظاہر سے زیارت کی اس سے پہلے اس لڑکے سے خطا بھی معاف کرائی تھی مگر کچھ مفید نہ ہوا تھا'' [امداد المشتاق ص ۱۰۰ فقرہ نمبر ۲۱۵]

۲۱: مفتی محمد شفیع دیو بندی اپنے حضرت تھانوی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :

''ایک صاحب نے حضرتؒ کو خط میں لکھا کہ میں ڈاڑھی منڈاتا ہوں اور فلاں فلاں گناہوں کا مرتکب ہوں مگر دل چاہتا ہے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اگر ان حالات میں آپ اجازت دیں تو حاضر ہو جاؤں۔ حضرتؒ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آپ کا ظاہر خراب ہے اور باطن اچھا ہے اور میرا باطن خراب ہے

ظاہر اچھا ہے'' [مجالس حکیم الامت ص ۱۲۰]

۲۲: تھانوی صاحب نے فرمایا کہ:

''عوام کے لئے ترجمہ قرآن شریف دیکھنا مضر ہے''

[اشرف الجواب ص ۱۸۵ نمبر ۴۶]

۲۳: خواجہ عزیز الحسن مجذوب دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

''اسی طرح دارالعلم دیوبند کے بڑے جلسۂ دستار بندی میں بعض حضرات اکابر نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جماعت کی مصلحت کے لئے حضور سرور عالم ﷺ کے فضائل بیان کئے جائیں تا کہ اپنے مجمع پر جو وہابیت کا شبہہ ہے وہ دور ہو یہ موقع بھی اچھا ہے۔ کیونکہ اس وقت مختلف طبقات کے لوگ موجود ہیں حضرت [1] والا نے یہ ادب عرض کیا کہ اس کے لئے روایات کی ضرورت ہے اور وہ روایات مجھ کو متسحضر نہیں [2]۔ [اشرف السوانح ج ۱ ص ۷۹ باب دہم مواعظ حسنہ]

سیرتِ تھانوی کے چند نوادرات:

اشرف علی تھانوی دیوبندی کے چند عقائد و نظریات کے بعد ان کی سیرت کے چند نوادرات و معلومات پیشِ خدمت ہیں:

(1) تھانوی صاحب نے فرمایا کہ:

''ہمارے محاورہ میں ہُد ہُد بیوقوف کو کہتے ہیں اور میں بھی بیوقوف ہی سا ہوں مثل ہُد ہُد کے''

[الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ/ملفوظات حکیم الامت ج ۱ ص ۲۶۶ ملفوظ نمبر ۴۰۰]

(2) تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''اور اگر مجھ پر اطمینان ہو تو میں مطلع کرتا ہوں کہ میں جلاہا نہیں ہوں۔ رہا جاہل

---

[1] یعنی اشرف علی تھانوی صاحب

[2] یاد رکھا ہوا، وہ بات جو یاد ہو (فیروز اللغات ص ۱۲۴۲)

ہونا اس کا البتہ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں جاہل بلکہ اجہل ہوں'' [1]

[اشرف السوانح، قدیم ج ا ص ۶۹، جدید ج ا ص ۷۲]

(3) اشرف علی تھانوی صاحب اپنے بچپن کے واقعات پر روشنی ڈالتے ہیں کہ :

''فرمایا کہ بچپن میں ایسے ایسے کھیل سوجھتے تھے ایک قصبہ چوتھاول ہے وہاں پر بڑی ہمشیرہ کی شادی ہوئی تھی جن کا اسی زمانہ میں انتقال بھی ہو گیا تھا اور تائی صاحبہ بھی وہیں کی تھیں اس وجہ سے سب لوگ مرد وعورت ہم لوگوں سے بہت محبت کرتے تھے ان کا بڑا کنبہ تھا ایک بہت بڑی حویلی ہے۔ جو پچخن کا محل کہلاتا تھا اس میں سب رہتے بہت سے بچے اور بہت سی عورتیں تھیں ایک روز سب لڑکوں اور لڑکیوں کے جوتے جمع کر کے ان کو برابر رکھا اور ایک جوتے کو سب کے آگے رکھا وہ گویا کہ امام تھا اور رنگ کھڑے کر کے اس پر کپڑے کی چھت بنائی وہ مسجد قرار دی یہ کھیل تھا ایک اور کھیل یاد آیا ایک مرتبہ میرٹھ میں ایسا ہوا کہ بارش کے ایام تھے مگر کبھی کبھی ترشح بھی ہوتا تھا باہر صحن میں لیٹا کرتے تھے والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا تھا ہم لوگ والد صاحب کے پاس رہتے تھے تین چار پائیاں برابر بچھی ہوئی تھیں والد صاحب کی اور ہم دونوں بھائیوں کی میں نے رسی لے کر سب کے پائے ملا کر خوب کس کر باندھ دیئے اور پڑ کر سو گئے پھر والد صاحب بھی آ کر لیٹ گئے اتفاق سے بارش آئی تو والد صاحب اٹھے اور ہم کو بھی اٹھایا بچپن کی نیند تھی ہوں ہوں کرتے پھر سو گئے والد صاحب جھنائے ،نہیں اٹھتے تو پڑا رہنے دیا اور اپنی چار پائی گھسیٹی اب وہاں تینوں چار پائیاں ایک ساتھ چلی آ رہی ہیں بے حد غصہ ہوئے اور فرمایا کہ ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہیں اب سب بھیگ رہے ہیں چاقو ،ڈھونڈا اتفاق سے جلدی میں رسی کاٹنے کے لئے چاقو بھی نہ ملا آخر خود ہی باورچی خانہ سے چاقو تلاش کر کے لائے اور ان رسیوں کو کاٹا تب

[1] نیز دیکھئے ''اکابر دیوبند کیا تھے؟'' ص ۱۱۶ تصنیف: محمد تقی عثمانی

وہاں سے چار پائیاں اٹھ سکیں صحیح تو یاد نہیں کہ اس حرکت پر کوئی چپت لگایا نہیں
۔ایک اور کھیل یاد آیا یہ بھی میرٹھ کا واقعہ ہی ہے دیوالی کے روز شب کو جو دوکانوں
کے سامنے چراغ جلتے رکھ دیئے جاتے تھے ہم دونوں بھائی کئی سال تک ایسا
کرتے کہ رومال ہاتھ میں لے کر ایک طرف سے بجھاتے ہوئے چلے گئے اور
واپسی میں دوسری (ص ۳۱۳) طرف کے بجھا دیتے مگر کوئی کچھ نہیں کہتا تھا
حالانکہ ہماری کوئی حکومت نہ تھی مگر والد صاحب کا لحاظ تھا حتی کہ بُرا تک نہیں
مانتے تھے فرمایا: ایک مرتبہ میرٹھ میں میاں الٰہی بخش صاحب مرحوم کی کوٹھی میں جو
مسجد تھی سب نمازیوں کے جوتے جمع کر کے اس کے شامیانہ پر پھینک دیئے
نمازیوں میں غُل مچا کہ جوتے کیا ہوئے ایک شخص نے کہا یہ لٹک رہے ہیں مگر کسی
نے کچھ نہیں کہا یہ خدا کا فضل تھا باجود ان حرکتوں کے اذیت کسی نے نہیں پہنچائی وہ
ہی قصہ رہا جیسا کسی نے کہا ہے:

تم کو آتا ہے پیار پر غصہ
ہم کو غصہ پر پیار آتا ہے

یہ سب اللہ کی طرف سے ہے ورنہ ایسی حرکتوں پر پٹائی ہوا کرتی ہے فرمایا کہ ایک
صاحب تھے سیکری کے ہماری سوتیلی والدہ کے بھائی بہت ہی نیک اور سادہ آدمی
تھے والد صاحب نے ان کو ٹھیکہ کے کام پر رکھ چھوڑا تھا ایک مرتبہ کمریٹ سے گرمی
میں بھوکے پیاسے پریشان گھر آئے اور کھانا نکال کر کھانے میں مشغول ہوئے۔
گھر کے سامنے بازار ہے میں نے سڑک پر سے ایک کتے کا پلہ چھوٹا سا پکڑ کر
گھر ال کر ان کی دال کی رکابی میں رکھدیا بیچارے روٹی چھوڑ کر کھڑے ہو گئے
اور کچھ نہیں کہا، جہاں اس قسم کی کوئی بات شوخی کی ہوتی تھی لوگ والد صاحب
کا نام لے کر کہتے کہ ان کے لڑکوں کی حرکت معلوم ہوتی ہے مگر کوئی کچھ کہتا نہ تھا
اور ان شوخیوں پر کبھی والد صاحب کو غصہ آتا تو بھائی کو زیادہ مارتے تھے اور کوئی

پوچھتا تو فرماتے کہ سکھلاتا یہ ہی ہے حالانکہ یہ بات واقع کے خلاف ہوتی تھی میں خود بھی ایسی حرکتیں کرتا تھا مگر مشہور یہ ہی تھا کہ یہ سکھلاتا ہے ایک مرتبہ تائی صاحبہ نے والد صاحب سے فرمایا کہ بھائی تم چھوٹے ہی کو کیوں مارتے ہو حالانکہ دنگا دونوں ہی کرتے ہیں فرمایا دو وجہ ہیں ایک تو یہ کہ سبق یاد کرلیتا ہے میرے متعلق فرمایا اس لئے یہ پیارا معلوم ہوتا ہے اور ایک یہ کہ یہ خود نہیں کرتا چھوٹا سکھلاتا ہے، فرمایا میں ایک روز پیشاب کر رہا تھا بھائی صاحب نے آ کر میرے سر پر پیشاب کرنا شروع کردیا ایک روز ایسا ہوا کہ بھائی پیشاب کر رہے ہیں میں نے ان کے سر پر پیشاب کرنا شروع کردیا اتفاق سے اس وقت والد صاحب تشریف لے آئے فرمایا یہ کیا حرکت ہے؟ میں نے عرض کیا ایک روز انہو ں نے میرے سر پر پیشاب کیا تھا بھائی نے (ص۳۱۴) اس کا بالکل انکار کردیا مختصر سی پٹائی ہوئی اس لئے کہ میرا دعویٰ ہی دعویٰ رہ گیا تھا ثبوت کچھ نہ تھا اور میرے فعل کا مشاہدہ تھا غرض جو کسی کو نہ سوجھتی تھی وہ ہم دونوں بھائیوں کو سوجھتی تھی، بھائی صاحب بچپن میں مجھ سے کہا کرتے تھے کہ ہم ایک کرسی پر بیٹھے ہوں گے سامنے میز ہوگی اور پکار پکار کر کہتے ہوں گے اوفلانے اوفلانے، مراد حکومت تھی اور تم ایک چٹائی پر بیٹھے ہوگے دو چار لڑکے سامنے ہوں گے ایک قمچی ہاتھ میں ہوگی۔ مطلب یہ تھا کہ لڑکے پڑھاؤ گے مگر ایسا ہونے کے بعد ان پر اس فرق کا یہ اثر ہوا کہ اب ان کو یہ حسرت ہوا کرتی تھی کہ افسوس مجھ کو والد صاحب نے علمِ دین کیوں نہیں پڑھایا اور مجھ کو بحمد للہ کبھی یہ حسرت نہیں ہوئی کہ والد صاحب نے مجھ کو علم دنیا کیوں نہیں پڑھایا'' [ملفوظات حکیم الامت ج۴ ص۳۱۳ تا ۳۱۵ ملفوظ نمبر۳۴۵]

قارئین کرام ! یہ طویل ملفوظ دو وجہ سے مکمل نقل کیا ہے:

۱۔ لوگوں کے سامنے تھانوی صاحب کا اصل چہرہ ظاہر ہوجائے۔

۲۔ آلِ دیوبند میں سے کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ عبارت آدھی نقل کی گئی ہے۔

حالانکہ حسبِ ضرورت عبارتِ مطلوبہ کو نقل کر کے باقی عبارت کو حذف کر دینا، بشرطیکہ محذوفہ عبارت، منقولہ عبارت کے مخالف نہ ہو، جائز ہے۔ صحیح بخاری میں کئی احادیث کو قطعات کی شکل میں نقل کر کے مختلف مقامات پر استدلال کیا گیا ہے۔

(4) تھانوی صاحب اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''میں تو واقعی اپنے کو کلب اور خنزیر سے بدتر سمجھتا ہوں بھلا کوئی اس کا کیا یقین کر سکتا ہے اس لئے میں بتلاتا ہوں کہ خنزیر سے بدتر سمجھنا اس معنی کر ہے کہ ان میں عقوبت کا احتمال نہیں اور ہم میں عقوبت اور عذاب کا احتمال ہے''

[ملفوظات حکیم الامت ج۴ص۱۰۳ملفوظ ۹۵]

(5) تھانوی صاحب اپنے بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ:

''مگر اپنا اپنا مذاق ہے مجھ کو اس کا بیان اس نیت سے کرتے ہوئے شرم معلوم ہوئی کہ اپنے منہ سے ہم یوں کہیں کہ ہم محبِ رسول ہیں اور ایسے ہیں ویسے ہیں''

[ملفوظات حکیم الامت ج۴ص۷۱ملفوظ ۶۸]

(6) تھانوی صاحب نے اپنے بارے میں اعلان کیا کہ:

''اور میں اس قدر بکی [1] ہوں کہ ہر وقت بولتا ہی رہتا ہوں مگر پھر بھی نہ معلوم لوگ کیوں اس قدر مجھ کو ہوا بنائے ہوئے ہیں''

[ملفوظات حکیم الامت ج۱ص۳۸ملفوظ ۱۵ وقصص الاکابر ص۳۰۱]

(7) تھانوی صاحب مزاح میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

''میں نے قصائی کا دودھ پیا ہے اس لئے بھی میرے مذاج میں حدّت ہے مگر الحمدللہ شدت نہیں'' [اشرف السوانح ج۱ص۱۸، دوسرا نسخہ ج۱ص۲۱]

(8) ایک غریب آدمی نے تھانوی صاحب کی دعوت کر دی، یہ سارا واقعہ تھانوی صاحب کی

[1] ''بکواس کرنے والا'' (علمی اردو لغت، جامع ص۲۳۹)

زبانی سن لیں، ارشاد ہے کہ:

''یہاں پر مرحوم مولوی محمد عمر صاحب تھے ان رعایات سے بیمار رہتے تھے ایک شخص نے میری اور ان کی دعوت کی، مولوی صاحب کو جگر کا عارضہ تھا اس بھلے مانس نے چاول پکوائے وہ بھی کھانے کے قابل نہیں جب کھانے بیٹھے میں نے میزبان سے کہا کچھ اور بھی ہے؟ کہا نہیں میں نے کہا کہ یہ تو کھانے کے قابل نہیں اب کیا کھاویں اور جب تم کو چاول پکانا نہیں آتا تھا تو کیوں پکایا؟ سیدھی دال روٹی کیوں نہیں پکائی کہیں سے روٹی لاؤ کہا روٹی تو نہیں پکائی میں نے کہا ہم نہیں جانتے جب دعوت کی ہے تو کھلاؤ اور کہیں سے کھلاؤ بھوکے تھوڑا ہی جائیں گے اور کھائیں گے روٹی کہا کہ روٹی کہاں سے لاؤں میں نے کہا کہ گھر میں نہیں تو محلے سے مانگ کر لاؤ گیا مصیبت کا مارا دال روٹی لایا خوب پیٹ بھر کر روٹی کھائی میں نے مولوی محمد عمر صاحب سے بھی روٹی کھانے کو کہا مگر وہ بہت خلیق تھے کہنے لگے اس کی دل شکنی ہوگی میں نے کہا کہ ہماری جو شکم شکنی ہوگی میں نے تو اس کی تادیب کے لئے یہی انتظام کیا جس سے اس کو ہمیشہ کے لئے سبق مل گیا گو میری پھر اُس شخص نے کبھی دعوت نہیں کی تمیز کی ضرورت ہے''

[ملفوظات حکیم الامت ج ۲ ص ۲۳، ۲۴ ملفوظ ۲]

اس ملفوظ سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ اشرف علی تھانوی صاحب خواجۂ شکم نواز تھے۔
۲۔ دعوت دینے والا عامی شخص ہمیشہ کے لئے تھانوی صاحب سے ناراض ہوگیا۔
۳۔ تھانوی صاحب کھانے میں نقص نکالتے تھے۔

سیدنا الفقیہ المجتہد الحافظ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''ماعاب النبي صلى الله عليه وسلم طعاماً قط ان اشتهاه أكله وإن كرهه تركه''

نبی ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں نقص نہیں نکالا اگر اچھا لگتا تو کھا لیتے اور ناپسند ہوتا تو چھوڑ دیتے۔ [صحیح البخاری کتاب الاطعمۃ باب ۲۱ ح ۵۴۰۹ وصحیح مسلم ح ۲۰۶۴]

میرے استاذ محترم ابوالرجال اللہ دتہ بن کرم الٰہی بن احمد دین سوہدروی وزیرآبادی رحمہ اللہ نے کبھی کھانے میں نقص نہیں نکالا۔ مجھے شیر باز خطیب مسجد اہل حدیث ضلع اٹک نے خبر دی کہا مجھے میری بیوی نے بتایا کہا مجھے حاجی اللہ دتہ صاحب کی بیوی نے بتایا کہ میرے خاوند نے کبھی کھانے میں نقص نہیں نکالا۔ اگر پسند ہوتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے اور کچھ بھی الفاظِ ناپسندیدگی نہ کہتے۔ شریکۂ حیات کی اپنے متبع سنت خاوند کے بارے میں یہ عظیم الشان گواہی ہے۔ میں (شاگرد حاجی اللہ دتہ صاحب رحمہ اللہ) اور حاجی صاحب کے صاحبزادگان مثلاً محترم عبدالقدیر صاحب بھی اس کے گواہ ہیں۔ والحمدللہ

(9) تھانوی صاحب (اپنے دیوبندی) عوام کے عقیدے کے بارے میں بغیر کسی شرم وحیا کہ لکھتے ہیں کہ:

''عوام کا اعتقاد ہے ہی کیا چیز ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس اعتقاد کی ایک مثال بیان فرمایا کرتے تھے ہے تو فحش مگر ہے بالکل چسپاں فرمایا کرتے تھے کہ عوام کے عقیدہ کی بالکل ایسی حالت ہے کہ جیسے گدھے کا عضوءِ مخصوص بڑھے تو بڑھتا ہی چلا جائے اور جب غائب ہو تو بالکل پتہ ہی نہیں، واقعی عجیب مثال ہے'' [ملفوظات حکیم الامت ج ۳ ص ۲۶۲ ملفوظ ۴۱۶]

(10) بزرگوں کی خاص برکات وتصرفات کا ذکر چلا تو تھانوی صاحب نے فرمایا کہ:

''اس باب میں ارواح کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں بعض کو تصرف عطا ہوتا ہے بعض کو نہیں'' [ملفوظات حکیم الامت ج ۱۰ ص ۱۰۷ ملفوظ ۸۸]

(11) تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''یہاں ایک شیعی تھانہ دار تھے ان کا ایک لڑکا تھا وہ درویشوں کا بہت معتقد تھا وہ کہتا تھا کہ میں ایک مرتبہ دہلی کے چاندنی چوک میں جا رہا تھا کہ ایک مجذوب نظر

پڑے جو برہنہ سر اور برہنہ پا تھے میں نے ان کو دیکھتے ہی دل میں یہ ارادہ کیا کہ بازار سے خرید کر ان کو جوتا اور ٹوپی پہناؤں گا یہ خیال دل میں آنا تھا کہ ان مجذوب نے بہت ڈانٹ کر یہ شعر پڑھا۔

پا برہنہ نیستم دارم کلاہ چار ترک
ترک دنیا ترک عقبیٰ ترک مولیٰ ترک ترک

[اس شعر کی تاویل اہل طریق جانتے ہیں]

پھر اس شیعی لڑکے نے تھانہ بھون کے لئے دعا کرائی کہتا تھا خدا جانے سچ یا جھوٹ کہ اس مجذوب نے کہا تھا کہ تھانہ بھون کے لئے دعا کراتا ہے ارے وہ قصبہ تو اس قابل ہے کہ غرق کر دیا جائے مگر دو شخصوں کی وجہ سے بچا ہوا ہے۔ایک مردہ کی وجہ سے اور ایک زندہ کی وجہ سے مردہ تو شاہ ولایت صاحب کو بتایا کہ وہ قبر میں مچل رہا ہے غرق نہیں ہونے دیتا زندوں میں میرا نام لیا مگر ان کشفوں سے کیا جی خوش ہو کشف کوئی حجت نہیں بڑی چیز تو شریعت ہے اور کسی چیز کا اعتبار نہیں''

[ملفوظات حکیم الامت ج۹ص۱۵۱ملفوظ۱۸۵]

کشف جب کہ حجت نہیں تو اپنے ملفوظات کو جھوٹے اور من گھڑت کشفوں سے بھرا کیوں جارہا ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

''إنـه قـد كان فيما مضى قبلكم من الامم محدثون و انه ان كان في امتي هذا منهم فانه عمر بن الخطاب ''

بے شک تم سے پہلی امتوں میں محدثون ہوتے تھے (جنہیں کشف والہام ہوتا تھا) اگر ان میں سے کوئی میری امت میں ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے (رضی اللہ عنہ) [صحیح البخاری کتاب احادیث الانبیاء ب۵۴ح۳۴۶۹]

''ان کان '' (اگر ہوتا) سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ میں قیامت تک کسی کو کشف نہیں ہوتا۔اگر کسی شخص کی کوئی بات سچی ثابت ہو جائے تو اس کا تعلق صرف ظن، تخمین، قیاس، رائے اور رویات

صالحہ سے ہے۔ کشف یا الہام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

12) ''اشرف علی تھانوی صاحب کے حقیقی ماموں پیر جی امداد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی بڑے زبردست صاحبِ حال وقال بزرگ تھے ان کا سوز وگداز عشق حقیقی انتہا کو پہونچا ہوا تھا جس سے مغلوب ہو کر بعض ایسے امور کا صدور ہو جاتا تھا جو عوام کے مصالح کے مناسب نہ تھے''

[اشرف السوانح ج۱ص۱۰،۱۱، دوسرا نسخہ ج۱ص۱۳،۱۴]

اپنے اس ماموں کے بارے میں تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ:

''پھر وہ تھانہ بھون تشریف لائے تو میں ملنے نہیں گیا ویسے دل سے معتقد تھا لیکن علیحدگی کی ضرورت تھی''[ملفوظات حکیم الامت ج۹ص۱۸۴] [1]

اس ماموں کے بارے میں تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''اس حفاظت شریعت کا ایک واقعہ ان ہی ماموں صاحب کا اور یاد آیا حیدر آباد سے اول بار کانپور میں تشریف لائے تو چونکہ جلے بھنے بہت تھے انکی باتوں سے لوگ بہت متاثر ہوئے۔ عبدالرحمٰن خانصاحب مالک مطبع نظامی بھی ان سے ملنے آئے اور ان کے حقائق ومعارف سن کر بہت معتقد ہوئے عرض کیا کہ حضرت وعظ فرمائیے تا کہ سب مسلمان منتفع ہوں۔ ماموں صاحب نے اس کا جواب عجیب ازادانہ رندانہ دیا۔ کہا کہ خانصاحب میں اور وعظ ؎ صلاح کار کجا و من خراب کجا، پھر جب زیادہ اصرار کیا تو کہا کہ ہاں ایک طرح کہہ سکتا ہوں اس کا انتظام کر دیجئے۔ عبدالرحمٰن خان صاحب بیچارے متین بزرگ تھے سمجھے کہ ایسا طریقہ کیا ہوگا جس کا انتظام نہ ہو سکے۔ یہ سن کر بہت اشتیاق کے ساتھ پوچھا کہ حضرت وہ طریقۂ خاص کیا ہے؟ ماموں صاحب بولے کہ میں بالکل ننگا ہو کر بازار میں نکلوں اس طرح کہ ایک شخص آگے سے میرے عضو تناسل کو پکڑ کر کھینچے

---

[1] نیز دیکھئے ملفوظات حکیم الامت ج۴ص۳۲۵ ملفوظ ۳۶۱

اور دوسرا پیچھے سے انگلی کرے ساتھ میں لڑکوں کی فوج ہو اور وہ یہ شور مچائے جائیں بھڑوا ہے رے بھڑوا، بھڑوا ہے رے بھڑوا، اور اس وقت میں حقائق ومعارف بیان کروں کیونکہ ایسی حالت میں کوئی گمراہ تو نہ ہوگا سب سمجھیں گے کہ کوئی مسخرا ہے مہمل باتیں کررہا ہے''

[ملفوظات حکیم الامت ج۹ص۱۸۲،۱۸۳ ملفوظ نمبر ۲۰۵ قبل ملفوظ ۱۹۹]

تھانوی صاحب کے ماموں جن کے وہ معتقد تھے، کا یہ ملفوظ آپ نے پڑھ لیا۔ اس سے چند باتیں ظاہر ہیں:

۱۔ تھانوی صاحب کے ماموں انتہائی فحش گفتگو کرتے تھے۔

۲۔ اہلِ تصوف کے حقائق ومعارف سن کر لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں۔

۳۔ تھانوی صاحب اپنے ملفوظ لکھواتے وقت فحش گفتگو سے اجتناب نہیں کرتے تھے۔

ویسے مؤدبانہ عرض ہے کہ ہم نے کوئی دیوبندی اس ملفوظ پر عمل کرتے نہیں دیکھا۔ اگر آلِ دیوبند اپنے تھانوی صاحب کو ''حکیم الامت'' وغیرہ القاب سے موصوف سمجھتے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ ان کا کوئی مستند عالم، فقیہ، شیخ الحدیث، شیخ الفقہ وشیخ التقلید درج بالا ملفوظ پر عمل کرتے ہوئے تھانوی صاحب کے ماموں کی سیرت لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ یا پھر علانیہ وصراحت کے ساتھ اس فحش قصے کی مذمت وتردید کرے۔

13) اب تھانوی صاحب کی ''دلیری'' کا ایک مظاہرہ پڑھ لیں۔ تھانوی صاحب خود فرماتے ہیں کہ:

''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ حدیث پڑھا رہے تھے کہ بچھو نے انہیں کاٹا اور گیارہ بار کاٹا مگر آپ نے ذرا بھی اُف نہ کی اور برابر حدیث بیان کرتے رہے یہ انہیں کا دل تھا کہ گیارہ بار بچھو نے کاٹا مگر حدیث کو ترک نہیں کیا یہ بات کہہ دینی تو آسان ہے۔ چنانچہ میں نے بھی کہہ دی ہے مگر ابھی بچھو سامنے سے نکل آئے تو شاید سب سے پہلے میں ہی بھاگوں''

[حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات ص۶۷ ترتیب: ابوالحسن اعظمی]

14) فریدالوحیدی دیوبندی (فاضل مدرسہ دیوبند) نے کہا کہ:

''اسی نمونے کے سیکڑوں ہندو مسلمان، بڑے بڑے نام آور اور ذی اثر صاحبان برطانیہ کے طرفدار، بہی خواہ اور اطاعت گزار تھے، یہاں تک کہ بعض علماء، فضلاء اور مذہبی رہنما بھی برطانیہ اور اس کے ہوا خواہوں کے ساتھ تھے۔ ایسے حضرات کی فہرست تو لمبی ہے مگر ہندوستان کی دو بڑی جماعتوں کے دو بڑے اکابر، مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی زمرے میں شامل تھے''

[شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ص۳۶۳، ۳۶۴]

15) شبیراحمد عثمانی دیوبندی فرماتے ہیں کہ:

''دیکھیے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آپ کے مسلّم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت [1] کی جانب سے دیے جاتے تھے...''

[مکالمۃ الصدرین ص۹]

4- محمود الحسن دیوبندی کا جھوٹ (۴):

محمود الحسن دیوبندی اسیرِ مالٹا نے کہا:

''اور منصبِ حکومت انبیائے کرام علیہم السلام و امام و قاضی و آئمہ مجتہدین و دیگر اولوالامر عطائے خداوند متعال بعینہ اس طرح پر ہوگا جیسے منصب حکم حکام ماتحت کے حق میں عطائے حکام بالا دست ہوتا ہے اور جیسے اطاعۃ حکام ماتحت سراسر طاعۃ حکام بالا دست سمجھی جاتی ہے اسی طرح پر اطاعت انبیائے کرام علیہم السلام و جملہ اولی

---

[1] یعنی انگریز حکومت

الامر بعینہ اطاعت خداوند جل جلالہ خیال کی جائے گی اور متبعین انبیاء کرام اور دیگر اولوالامر کو خارج از اطاعت خداوندی سمجھنا ایسا ہوگا جیسا متبعین احکام حکام ماتحت کو کوئی کم فہم خارج از اطاعت حکام بالا دست کہنے لگے یہی وجہ ہے کہ یہ ارشاد ہوا فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰه والرسول وإلى الامْرِ مِنكُمْ اور ظاہر ہے کہ اولوالامر سے مراد اس آیت میں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام اور کوئی ہیں سو دیکھئے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء و جملہ اولی الامر واجب الاتباع ہیں۔ آپ نے آیت فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤ منون باللّٰہ والیوم الآخر تو دیکھ لی اور آپ کو یہ ابتلک معلوم نہوا کہ جس قرآن مجید میں یہ آیت ہے اُسی قرآن میں آیت مذکورہ بالامعروضہ احقر بھی موجود ہے عجب نہیں کہ آپ تو دونوں آیتوں کو حسب عادت متعارض سمجھ کر ایک کے ناسخ اور دوسرے کے منسوخ ہونے کا فتویٰ لگانے لگیں،" [1]

[ایضاح الادلہ ص ۹۷، ۹۸ مطبوعہ مطبع قاسمی مدرسہ دیوبند ۱۳۳۰ھ]

قارئین کرام! قرآن مجید میں آیت ﴿فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ إلی اللّٰہ والرسول إن کنتم تؤمنون باللّٰہ والیوم الاٰخر﴾ تو موجود ہے۔ [سورۃ النسآء آیت نمبر ۵۹] لیکن دیوبندی شیخ الہند محمود الحسن صاحب کی پیش کردہ آیت قرآن میں کہیں موجود نہیں ہے۔ محمود الحسن بضد ہیں کہ میری پیش کردہ آیت اسی قرآن میں موجود ہے مگر آج تک کوئی حافظ یہ آیت قرآن سے دریافت نہ کرسکا۔

مقبول احمد دہلوی شیعہ (رافضی) کے ترجمہ قرآن میں لکھا ہوا ہے کہ:

[1] شیخ محمد جوناگڑھی نے اخبار محمدی دہلی (یکم اپریل ۱۹۳۷ء) اور شیخ عبدالقادر حصاری نے اخبار تنظیم اہل حدیث (۱۴ جولائی ۱۹۳۹ء) میں اس تحریف کے خلاف زوردار الفاظ کے ساتھ احتجاج کیا تھا۔ مگر دیوبندیوں کے کانوں پر جوں بھی نہ رینگی۔ دنیا کا کوئی دیوبندی اپنے شیخ الہند محمود الحسن کی اس خودساختہ آیت کے بارے میں توبہ نامہ پیش نہیں کرسکتا ولو کان بعضهم لبعض ظهيرا،

''جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ وہ حضرت اس آیت کو یوں تلاوت فرمایا کرتے تھے: **فان خفتم تنازعاً فی امر فرد وہ الی اللہ والی الرسول والی اولی الامر منکم**''

[ترجمہ مقبول دہلوی ص ۱۳۸ حاشیہ نمبر ۳]

ممکن ہے کہ محمود الحسن دیوبندی صاحب نے من گھڑت آیت شیعوں رافضیوں سے لی ہو **واللہ اعلم،**

تنبیہ: قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی نے محمود الحسن کی وفات کے بہت بعد مفتی سعید احمد پالنپوری اور مفتی محمد امین پالنپوری کی تحریفات کے ساتھ ایضاح الادلہ شائع کی تو ص ۲۱۵ پر آیت محرفہ کے بجائے "**یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم**" لکھ دی۔ یہ سراسر تحریف ہے۔ **فان تنازعتم اور یاایھاالذین اٰمنوا...... إلخ** والی ایک ہی آیت ہے جب کہ محمود الحسن دو آیتوں کی بات کر رہے ہیں۔

فائدہ: شبیر احمد عثمانی دیوبندی کے بھتیجے عامر عثمانی (دیوبندی) اس خود ساختہ آیتِ مذکورہ کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''مولانا رحمانی [1] کو حیرت ہے اور بجا حیرت ہے کہ یہ کون سا قرآن ہے جس سے حضرت شیخ الہند آیت نقل فرما رہے ہیں۔ واقعی عجیب بات ہے کہ حضرت شیخ نے بڑے جزم و وثوق کے ساتھ الفاظ کے ایک مجموعے کو قرآن کی آیت قرار دیا ہے جو تیس پاروں میں کسی بھی جگہ موجود نہیں''

[ماہنامہ تجلی دیوبند، نومبر ۱۹۶۲ء ص ۶۰]

''کتاب کی غلطی اس لئے نہیں کہی جا سکتی کہ حضرت شیخ الہند کا استدلال ہی اس ٹکڑے پر قائم ہے جو اضافہ شدہ ہے اور آیت کا اسی اضافہ شدہ شکل کا قرآن میں

[1] مولانا آزاد رحمانی رحمہ اللہ جنہوں نے انتقادِ صحیح بجواب ذیل رکعات التراویح،، کتاب لکھی تھی اور اس کتاب میں محمود الحسن کی تحریف پر حیرت کا اظہار کیا تھا۔

موجود ہونا وہ شدومد سے بیان فرما رہے ہیں۔اولی الامر کے واجب الاتباع ہونے کا استنباط بھی اسی سے کر رہے (ہیں) اور حیرت در حیرت یہ کہ جس مقصد کے لئے یہ اصل آیت نازل ہوئی تھی ان کے اضافہ کردہ فقرے اور اس کے استدلال نے بالکل الٹ دیا ہے'' [تجلی،ایضاً ص۶۱]

''اندھی عقیدت وہ بلا ہے کہ الامان والحفیظ،ایضاح الادلہ کے ایڈیشن پر ایڈیشن چھپے ہیں،ہم نے وہ آخری ایڈیشن بھی دیکھ لیا جو مرادآباد میں چھپا اس میں تبدیلی تو کیا ہوئی ایک اضافہ ضرور ہوا کہ مصحح یا ناشر صاحب نے حاشیے پر آیت کا اردو ترجمہ درج فرما دیا اور یہ کھوجنے کی توفیق پھر بھی نہ ملی کہ قرآن میں کس جگہ یہ آیت آئی ہے۔نہ یہ سوچ کر چونکنا نصیب ہوا کہ یہ اختلافی امور میں اولوالامر کی طرف رجوع کرنے کا نیا شوشہ کیسے نکلا۔کسی حافظ کسی مولوی نے پڑھا ہی ہوگا۔مگر عقیدت جب نشہ بن کر اعصاب پر سوار ہوجاتی ہے تو یادداشت اور فکر وفہم کی سب صلاحیتیں گہری نیند سوجاتی ہیں۔کسی کو نظر نہ آیا کہ حضرت شیخ سے کیا چوک ہوگئی اگر نظر بھی آیا تو تو شاید یہ سوچ کر خاموشی اختیار کرلی گئی خطائے بزرگان گر فتن خطا است'' [تجلی ،ایضاً ص۶۲]

محمود الحسن صاحب اپنی سیرت کے آئینے میں

نام: محمود الحسن بن ذوالفقار علی [1] بن فتح علی

ولادت: ۱۲۶۸ھ(۱۸۵۱ء) بمقام بریلی

وفات: ۱۳۳۹ھ(۱۹۲۰ء) بمقام دہلی

اساتذہ: میاں جی منگلوری،مہتاب علی (حیات شیخ الہند ص۱۷) محمد قاسم نانوتوی احمد علی

---

[1] حسین احمد مدنی نے کہا:''اسی طرح مولانا محمود الحسن صاحب کو انگریز کے زیر پرورش کرایا گیا حضرت کے والد ماجد انگریزی ملازم تھے''(نقش حیات ج۲ص۴۷۲)

سہارنپوری وغیرہم

تصانیف:

(1)ادلہ کاملہ (2)ایضاح الادلہ (3)احسن القریٰ فی توضیح اوثق العریٰ

(4)جھد المقل فی تنزیہ [1] المعز والمذل (5)ترجمۃ القرآن المجید

(6) کلیات شیخ الہند/مجموعہ کلام (7) تقاریر شیخ الہند، بر سنن ترمذی و سنن ابی داوٗد

(8)الورد الشذی علی جامع الترمذی

ان میں سے بعض کتابیں محمود الحسن صاحب کی امالی اور افادات ہیں۔

گرفتاری: محمود حسن صاحب کو مکہ مکرمہ میں شریفِ مکہ کے حکم سے ۱۳۳۵ھ میں گرفتار کر کے جدہ بھیجا گیا[حیات شیخ الہند ص۸۰،۸۱ملخصاً] جدہ سے قاہرہ اور قاہرہ سے مالٹا منتقل کر دیا گیا۔ ۱۳۳۸ھ میں رہا ہو کر بمبئی پہنچ گئے۔

سید اصغر حسین دیوبندی نے محمود حسن صاحب کے مالٹا میں کھانوں کا نقشہ درج ذیل الفاظ میں کھینچا ہے:

> ''لیکن چونکہ دوسرے جانور نہایت ہی گراں تھے۔ کبوتر ڈیڑھ روپیہ بلکہ دو روپیہ میں دستیاب ہوتا تھا۔ مرغ پانچ چھ روپے میں، اس لئے زیادہ تر خرگوش خرید کر ذبح کیا جاتا تھا جس کا گوشت بھی زیادہ ہوتا تھا۔ اور قیمت تین چار روپیہ۔ کبھی ایک ہفتہ میں دو مرتبہ گوشت پکتا کبھی ایک مرتبہ۔ اسی طرح تین سال کے عرصہ میں صدہا خرگوش کام آئے اور ہندوستان سے بھی بعض صاحبوں نے خشک گوشت روانہ فرمایا جس کو حضرت مولانا برغبت تناول فرماتے تھے''
>
> [حیات شیخ الہند ص۱۱۴]

> ''صبح کو روزانہ چائے پکائی جاتی تھی جس میں ڈبل روٹی کے ٹکڑے ڈال کر

---

[1] اس کتاب میں کذب باری تعالیٰ وتعالی اللہ عن ذلک، کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے محمود الحسن صاحب نے کہا کہ: ''کذب متنازع فیہ صفات ذاتیہ میں داخل نہیں بلکہ صفات فعلیہ میں داخل ہے'' (الجھد المقل ص۴۰)

کھا لیتے تھے لیکن حضرت مولانا کی چونکہ خوراک بہت کم تھی اور ضعف کا زمانہ تھا اس لئے دو بیضے نیم برشت بھی آپ کے لئے روزانہ تیار کئے جاتے تھے'' [حیات شیخ الہند ص ۱۱۵ نیز دیکھئے ''سفرنامہ اسیر مالٹا'' ص ۱۴۱، ۱۴۲ تصنیف: حسین احمد مدنی]

☆ فرینڈز پبلی کیشنز ملتان شہر کی طرف سے ایک کتابچہ شائع ہوا ہے ''مولانا مودودی اور غلطیاں''، جس پر ''مولانا ابو منظور شیخ احمد دکن'' اور ''جناب ماہر القادری مدیر فاران کراچی'' کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ سرورق پر لکھا ہوا ہے کہ:

''اس کتابچہ میں اِس حقیقت کی وضاحت دستاویزی شہادتوں کے ساتھ کی گئی ہے کہ جب بھی کسی شخص نے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی پر ان کی غلطیاں معقول اور اطمینان بخش دلائل کے ساتھ واضح کی ہیں۔ تو انہوں نے ان غلطیوں کا اعتراف اور ان کی تصحیح میں کبھی تامّل یا بخل سے کام نہیں لیا''

اسی رسالے میں ناشرین نے لکھا ہے کہ:

''یہاں بغرضِ تقابل ایک اور واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے۔ حضرت مولانا محمود الحسن صاحب اسیرِ مالٹا کا نام نامی محتاجِ تعارف نہیں۔ موصوف گرامی کا شمار اکابرینِ دیوبند میں ہوتا ہے۔ مولانا موصوف کی ایک فاضلانہ [1] تصنیف ''ایضاح الادلہ'' کے نام سے اُن کی زندگی میں چھپی تھی، یہ کتاب انہوں نے اپنے ایک ہم عصر اہل حدیث عالم مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کے ایک رسالہ کے جواب میں مسئلہ تقلید کی حمایت کرتے ہوئے لکھی تھی۔ مذکورہ کتاب میں مولانا محمود الحسن صاحب نے تقلید کے حق میں دلائل شرعیہ بیان کرتے ہوئے قرآن مجید کی آیت میں (سہواً) نہ صرف غلط اضافہ کر دیا بلکہ اس کا ترجمہ بھی غلط کر دیا۔ اور اس آیت سے اپنے دعویٰ تقلید کے ثبوت میں جو استدلال پیش کیا۔ اس کی تمام تر بنیاد آیت

[1] یہ ناشرین کی اندھی عقیدت اور حسنِ ظن ہے ورنہ حقیقت یہ کتاب انتہائی غیر فاضلانہ ہے۔

میں اس غلط اضافہ اوراس کے ترجمہ پر رکھی کتاب مذکور کا متعلقہ اقتباس ملاحظہ ہو'

[مولانا مودودی اوران کی غلطیاں ص ۳۰]

تنبیہ: تقلید کا مطلب ہے کہ ''بلا دلیل پیروی کرنا، آنکھ بند کر کے کسی کے پیچھے چلنا'' (القاموس الوحید ص ۱۳۴۶) اس اصطلاحی تقلید کے حق میں کوئی شرعی دلیل نہیں ہے بلکہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اوررہی عالم کی غلطی، اگر وہ ہدایت پر (بھی) ہوتو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو'' (کتاب الزھد للامام وکیع ح ۷۱ وسندہ حسن وصححہ الدارقطنی وابن القیم فی اعلام الموقعین ۲/ ۲۳۹)

پھر ناشرین نے محمود حسن صاحب کا طویل بیان ایضاح الادلہ (ص ۹۲۔۹۳) سے نقل کر کے لکھا کہ:

''اس اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا محمود الحسن صاحب نے یہاں قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیت ''**فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول**'' میں اپنی جانب سے '' **والی اولو الامر منکم** '' کے الفاظ کا اضافہ کر دیا ہے نیز اس آیت کے ترجمہ [1] میں اضافہ کردہ الفاظ کا ترجمہ شامل کر دیا ہے اور پھر اپنے استدلال کی تمام عمارت اِن غلط طور پر اضافہ کردہ الفاظ ہی پر استوار کی ہے۔ مولانا محترم کے علم، تدین اور تقویٰ [2] کے پیش نظر ہمیں اس حسن ظن کے اظہار میں ذرہ برابر بھی تامل نہیں ہے کہ موصوف سے یہ غلطی محض بربنائے نسیان ہوئی ہے اور حاشا وکلا اس میں ان کی کسی بدنیتی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ لیکن مولانا محترم کے معتقدین اور جانشینان کی اس افسوس ناک روش کو آخر کس چیز سے موسوم کیا جائے کہ مولانا کی وفات کے بعد بھی اس کتاب کے متعدد ایڈیشن بدستور اس فحش غلطی کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔ درآنحالیکہ اس اثنا

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ ناشرین کے پاس ترجمے والا نسخہ ہے جس کا ذکر عثمانی دیوبندی نے کیا ہے دیکھئے یہی کتاب ص ۱۰۲

[2] یہ ناشرین کا نرا حسنِ ظن ہے ورنہ محمود الحسن صاحب کی تحریرات وعقائد اس کے بالکل برعکس ثابت کر رہے ہیں۔ **واللہ تولی السرائر**،

میں بعض اہل حدیث حضرات کتاب ایضاح الادلہ میں مندرجہ اس غلطی پر باقاعدہ گرفت کر چکے ہیں۔مزید برآں چند سال پیشتر مولانا محمد عامر عثمانی نے بھی اپنے رسالہ ''تجلی'' دیوبند کے صفات پر دیوبند کے موجودہ ارباب حل وعقد کی توجہ اس غلطی کی جانب مبذول کراتے ہوئے اس کی اصلاح اور اس سے بریت کے اظہار کی درخواست کی تھی۔لیکن ہنوز صدائے برنخواست والا معاملہ ہے یہ سنگین اور فاش غلطی کتاب ایضاح الادلہ کے جدید ترین ایڈیشن میں آج بھی اپنی اصل حالت کے ساتھ جوں کی توں موجود ہے اور دوسروں کی آنکھ میں تنکہ ڈھونڈھنے والوں کی اپنی آنکھ کا یہ شہتیر ان کی بصیرت اور ان کے دعوی حق پرستی کا بدستور منہ چڑا رہا ہے،اکابر پرستی کی اس سے زیادہ خوفناک مثال آخر اور کیا ہوسکتی ہے؟(ناشرین)''

[مولانا مودودی اور ان کی غلطیاں ص۳۲ تا ۳۵]

محمود الحسن صاحب اپنی تحریروں کے آئینے میں

1- سابقہ صفحے (۱۰۵) کے حاشیے (۲) پر تقلید کا لغوی و اصطلاحی معنی ومفہوم گزر چکا ہے۔ اس تقلید کے بارے میں محمد حسین بٹالوی صاحب نے مقلدین سے وجوبِ تقلید کی دلیل کا مطالبہ کیا تھا۔اس مطالبے کا جواب دیتے ہوئے محمود الحسن صاحب لکھتے ہیں کہ:

''دفعہ خامس : آپ ہم سے وجوبِ تقلید کی دلیل کے طالب ہیں ۔۔۔ہم آپ سے وجوبِ اتباعِ محمدی ﷺ، و وجوب اتباعِ قرآنی کی سند کے طالب ہیں،اگر ایک ان میں سے دوسرے کے لئے وجوبِ اتباع کی سند ہے تو پھر اس کے وجوبِ اتباع کی کیا سند؟ رسول اللہ ﷺ کا واجب الاتباع ہونا اگر قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے،تو قرآن شریف کا واجب الاتباع ہونا کہاں سے ثابت ہوا؟....''

[ادلہ کاملہ مع تحریفات سعید احمد پالنپوری ومحمد امین پالنپوری ص ۷۸ نیز دیکھئے ایضاح الادلہ ص ۹۹]

اس بیان میں محمود الحسن صاحب نے بٹالوی صاحب سے دو مطالبے کیے۔

۱۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے اتباع (واطاعت) کے واجب ہونے کی کیا دلیل ہے؟

۲۔ قرآن شریف کے اتباع (واطاعت) کے واجب ہونے کی کیا دلیل ہے؟

محمود الحسن صاحب نے یہ خود ساختہ شرط لگا دی کہ جواب میں قرآن کی آیت یا نبی ﷺ کی حدیث نہ پیش کی جائے۔ یہ نرالی شرط ہم نے کسی مسلمان سے نہیں سُنی اس لیئے تو بٹالوی صاحب نے تعجب کرتے ہوئے یہ کہا کہ:

''سائل باجودے کہ اہلِ اسلام [1] میں سے ہے، پھر ہم سے وجوبِ اتباع کتاب وسنت کی دلیل۔۔خلافِ دأبِ مناظرہ۔ کیوں طلب کرتا ہے؟ کہ درصورتِ تسلیم اسلام کے، سائل کے نزدیک بھی واجب الاتباع ہونا کتاب وسنت کا مُسلَّم ہی ہوگا؟ ورنہ دعوئے اسلام محض کذب ہو جائے گا''

[مصباح الادلہ ص ۳۲ بحوالہ تسہیل: ادلہ کاملہ ص ۷۹]

قابلِ غور یہ بات ہے کہ اگر دلیل کتاب وسنت سے پیش نہ ہوگی تو کیا گُرو کی گرنتھ یا مہاتی گاندھی کی مصدّقہ کتابوں سے پیش ہوگی؟

محمود الحسن صاحب سے تو وہ محمد علی جوہر نامی شخص بہتر ہوا جس نے کہا تھا کہ:

''میں تو جیل میں ہوں۔ البتہ یہ جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد میرے اوپر گاندھی جی کا حکم نافذ ہے''

[''شیخ الاسلام حسین احمد مدنی'' ص ۳۵۰ تصنیف: فرید الوحیدی، بحوالہ تحریک خلافت ص ۸۰]

محمد علی جوہر تو رسول اللہ ﷺ کو ماننے کے بعد گاندھی جی کا مقلد بن رہا ہے اور یہاں قرآن وحدیث کا انکار کر کے غیر قرآن وحدیث کی دلیل کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ سبحان اللہ!

2- رشید احمد گنگوہی صاحب جن کا ذکر ص ۳۷ تا ۴۹ گزر چکا ہے۔ جب ۱۳۲۳ھ بمطابق

---

[1] یعنی اپنے زعم ودعویٰ میں۔

۱۹۰۵ءفوت ہوئے تو محمود الحسن صاحب نے اُن کا مرثیہ لکھا۔اس مرثیے میں محمود الحسن صاحب فرماتے ہیں کہ :

''زباں پر اہل اہوا کی ہے کیوں اُعْلُ ھُبَل شاید
اُٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی ''

[کلیات شیخ الہند ص ۸۷]

''حوائج دین ودنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب
گیا وہ قبلۂ حاجاتِ روحانی وجسمانی
قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عُبید سُود کا اُن کے لقب ہے یوسف ثانی
خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلایق کے
مِرے مولا مرے ہادی تھے بے شک شیخ ربانی
جدہر کو آپ مائل تھے ادھر ہی حق بھی دائر تھا
مِرے قبلہ مرے کعبہ تھے حقانی سے حقانی
پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق وشوق عرفانی
شہید وصالح وصدیق ہیں حضرت باذن اللہ
حیات ِ شیخ کا منکر ہو جو ہے اس کی نادانی
رہے منہ آپ کی جانب تو بُعدِ ظاہر ی کیا ہے
ہمارے قبلہ وکعبہ ہو تم دینی وایمانی
چھپائے جامۂ فانوس کیوں کر شمع روشن کو
تھی اس نور مجسم کی کفن میں وہی عریانی
وفات سرور عالمؐ کا نقشہ آپ کی رحلت
تھی ہستی گر نظیرِ ہستی محبوبِ سُبحانی

تمہاری تُربتِ انور کو دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار ارنی مری دیکھی بھی نادانی''

[کلیات شیخ الہند ص۸۹تا۹۱]

تنبیہ: یہ اشعار لمبے مرثیے سے منتخب کر کے لکھے گئے ہیں۔

محمود الحسن صاحب قصیدے میں اپنے پیر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''نہ رُکا پر نہ رُکا پر نہ رُکا پر نہ رکا
اس کا جو حکم تھا ، تھا سیف قضائے مبرم
مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابنِ مریم''

[کلیات شیخ الہند ص۷۰]

تنبیہ: جس نے زندوں کو مرنے نہ دیا وہ خود موت کا مزہ چکھتے ہوئے ۱۳۲۳ھ میں دُنیا سے چلا گیا۔

مذکورہ اشعار جب دیو بندیوں کے بھائیوں بریلویوں نے دیو بندی مفتیوں کے پاس بھیجے تو انہوں نے مختلف فتوے جاری کئے۔ مثلاً مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی کے مفتی عبداللطیف نے لکھا:

''کہ اس قسم کے موہم شرک اشعار سے احتراز کرنا چاہیئے تاکہ عوام الناس کے عقائد خراب نہ ہوں لیکن چونکہ اس میں ایسی توجیہات ہوسکتی ہیں جو کفر یہ نہیں ہیں اس واسطے اس کے پڑھنے یا نظم کرنے والے پر فتویٰ کفر نہیں لگایا جا سکتا''

احقر عبداللطیف مفتی مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی ۲۳ شوال ۱۳۹۳ھ

[مرثیہ گنگوہی علمائے دیو بند کی نظر میں ص۶]

تنبیہ(۱): یہ رسالہ ''مرثیہ گنگوہی علمائے دیو بند کی نظر میں'' حکیم اللہ بخش انصاری اسد نظامی (بریلوی) نے مرتب کیا اور ابوالحامد محمد اختر رضا القادری (بریلوی) نے دار الکتب حامدیہ رضویہ

---

❶ یعنی اپنے زعم ودعویٰ میں۔

عارف والا سے شائع کیا ہے۔

تنبیہ (۲): محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی، مقتول کراچی نے ''دیوبندی بریلوی اختلاف'' کے عنوان پر لکھا ہے کہ: ''میرے لئے دیوبندی بریلوی اختلاف کا لفظ ہی موجبِ حیرت ہے... الغرض یہ دونوں فریق اہلِ سنت والجماعت کے تمام اصول وفروع میں متفق ہیں...اس لئے ان دونوں کے درمیان مجھے اختلاف کی کوئی صحیح بنیاد نظر نہیں آئی'' (اختلاف اُمت اور صراطِ مستقیم ص ۲۵ طبع اول ۱۹۹۰ء، وص ۳۸ طبع: اضافہ ترمیم شدہ جدید ایڈیشن)

3- صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''إن المتبايعين بالخيار في بيعهما مالم يتفرقا أويكون البيع خياراً''

بے شک خرید وفروخت کرنے والوں کو اپنے سودے میں اختیار رہتا ہے جب تک وہ دونوں جدا نہ ہو جائیں یا (یہ کہ) سودا ہی اختیار والا ہو۔

[صحیح البخاری ح ۲۱۰۷ وصحیح مسلم ح ۱۵۳۱]

اس حدیث کے راوی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی چیز خریدتے جو انہیں پسند ہوتی تو اپنے معاملہ دار سے (جسمانی طور پر) جدا ہو جاتے تھے۔ [صحیح البخاری: ۲۱۰۷]

''قام فمشى هنيئة ثم رجع إليه''

آپ اُٹھ کر تھوڑی دیر (آنکھوں سے اوجھل) چلے جاتے پھر اس کے پاس لوٹ کر آتے تھے۔ [صحیح مسلم ۱۵۳۱/۴۵]

اس حدیث کے مطابق عام اہلِ حدیث اور امام شافعی کا یہ مسلک ہے کہ تفرق بالا بدان سے پہلے سودا واپس ہو سکتا ہے۔

محمود الحسن دیوبندی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''الحق والإ نصاف أن الترجيح للشافعي فى هذه المسئلة ونحن مقلدون يجب علينا تقليد إمامنا أبي حنيفة ، والله أعلم''

حق اور انصاف یہ ہے کہ اس مسئلے میں امام شافعی کو ترجیح حاصل ہے اور ہم

مقلد ہیں ہم پر ہمارے امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے۔ واللہ اعلم

[التقریر للترمذی مع العرف الشذی ص ۳۶]

معلوم ہوا کہ دیوبندی حضرات تقلید کی وجہ سے حق وانصاف کو چھوڑنے کے لئے بالکل تیار بیٹھے ہیں۔

-4 محمودالحسن صاحب کہتے ہیں کہ:

''کیونکہ قول مجتہد بھی قول رسول اللہ ﷺ ہی شمار ہوتا ہے''

[الوردالشذی علی جامع الترمذی ص ۲ وتقاریر شیخ الہند ص ۲۴]

-5 محمودالحسن صاحب نے فرمایا:

''اور یہ عام قاعدہ ہے کہ عند تعارض الآیتین حدیث سے ایک کو ترجیح دیتے ہیں اور بوقت تعارض احادیث قیاس سے کسی کو ترجیح دیتے ہیں'' [الوردالشذی ص ۱۷]

-6 محمودالحسن دیوبندی نے کہا:

''اور یہ کوئی نئی بات نہیں مخالفین سے جب کچھ اور نہ ہوسکا تو انہوں نے رخنہ اندازی کے لئے کلام اکابر میں بہت جگہ الحاق کر دیا ہے بلکہ کلام اللہ وحدیث میں بعض آیات وجملہ فرقہ ضالہ نے الحاق کئے ہیں'' [ایضاح الادلہ ص ۱۹۱]

-7 محمودالحسن صاحب نے مزید کہا کہ:

''لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے''

[ایضاح الادلہ ص ۲۷۶ سطر نمبر ۱۹، ۲۰]

دوسرا رُخ:

(۱) محمودالحسن صاحب نے گھوڑوں کی دُموں والی حدیث کے بارے میں کہا کہ:

''باقی اذناب خیل کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں کیونکہ وہ سلام کے بارہ میں ہے کہ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہم بوقت سلام نماز میں اشارہ بالید بھی کرتے تھے۔ آپ نے منع فرمادیا''

[تقاریر شیخ الہند ص ۶۵، الورد الشذی ص ۶۳]

8- محمود الحسن صاحب نے صاف صاف اعلان کیا کہ:

''اور سوائے امام کسی اور کی مخالفت ہم کو مضر نہیں'' [ایضاح الادلہ ص ۲۷۱]

5- حسین احمد مدنی کا جھوٹ (۵):

حسین احمد مدنی ٹانڈوی نے کہا:

''یہ کہ اس کو عبادہ بن الصامت معنعناً ذکر کرتے ہیں حالانکہ یہ مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ معتبر نہیں''

[توضیح الترمذی ج ا ص ۴۳۶ طبع مدنی مشن بک ڈپو۔ مدنی نگر، کلکتہ۔ ۵۱]

اور کہا:

''کیونکہ بعض کے راوی عبادہ ہیں جو مدلس ہیں اور یہ حقیقتاً ذکر کرتے ہیں نیز معلول روایت کرتے ہیں جو ضعیف ہیں'' [توضیح الترمذی ص ۴۳۷]

ان دونوں عبارتوں میں سیدنا عبادہ بن الصامت البدری رضی اللہ عنہ کو مدلس کہا گیا ہے اور یہ کہ وہ یہ روایت معنعناً ذکر کرتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں بالکل جھوٹ ہیں۔ نہ تو عبادہ رضی اللہ عنہ مدلس ہیں اور نہ یہ روایت معنعن ہے۔ عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''كنا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم في صلوة الفجر ...'' إلخ

[سنن ابی داود ح ۸۲۳ والترمذی: ۳۱۱ وقال: ''حسن'' وصححہ ابن خزیمۃ: ۱۵۸۱ وابن حبان: ۴۶۰ وابن الجارود: ۳۲۱ ورواہ احمد ۵/۳۲۲ ح ۲۳۱۲۵]

فائدہ: اس روایت کے راوی مکحول الشامی صحیح مسلم کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔ ان کا مدلس ہونا عند التحقیق ثابت نہیں ہے۔ ان پر تدلیس کا الزام حافظ ذہبی اور حافظ ابن حبان نے لگایا ہے۔ حافظ ذہبی ارسال کو بھی تدلیس کہتے ہیں۔

[دیکھئے الموقظۃ للذھبی ص ۴۷ ومیزان الاعتدال ترجمۃ ابن قلابۃ عبداللہ بن زید: ۲/۴۳۵، ۴۳۶]

حافظ ابن حبان بھی ارسال کو تدلیس کہتے ہیں دیکھئے الثقات لابن حبان [۶/۹۸]

لہذا جس راوی کو صرف حافظ ابن حبان والذہبی مدلس کہیں تو اس راوی کے مدلس ہونے میں نظر ہے۔ بلکہ اسے بریٔ من التدلیس سمجھ کر دوسرے قرائن دیکھے جائیں گے۔

محمد بن اسحاق بن یسار جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

[دیکھئے نصب الرایہ ج۴ص۷ وعام کتب اسماء الرجال]

حسین احمد مدنی صاحب خود فرماتے ہیں کہ:

''محدثین کا قول فیصل ہے کہ اس کی جو روایت عنعنہ سے ہے وہ تو قابلِ قبول نہیں''

[تقریر ترمذی ص۴۴۶]

یعنی اس کی جو روایت عنعنہ سے نہیں ہے وہ (حسن ہونے کی وجہ سے) قابل قبول ہے۔ روایتِ مذکورہ میں محمد بن اسحاق نے سماع کی تصریح کر دی ہے دیکھئے مسند احمد: ۲۳۱۲۵

یہ تو خیر حدیث کی تحقیق تھی۔ مدنی صاحب نے سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدلس قرار دے کر ان کی حدیث کو رد کر دیا۔

سرفراز خان صفدر صاحب [1] لکھتے ہیں کہ:

''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہؓ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا مگر فہم صحابی اور موقوف صحابی حجت نہیں ہے خصوصاً قرآں کریم، صحیح احادیث اور جمہور صحابہ کرامؓ کے آثار کے مقابلہ میں لیکن یہ روایت خود اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ...''

[احسن الکلام ج۲ص۱۴۲طبع دوم]

دیوبندی حضرات کبھی تو سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو خلافِ قرآن وخلافِ حدیث کہہ کر رد کر دیتے ہیں اور کبھی انہیں مدلس کہہ کر حدیث کو رد کر دیا جاتا ہے۔

5- حسین احمد صاحب کا دوسرا جھوٹ (۶):

حسین احمد مدنی صاحب نے فرمایا کہ:

''امام ابوحنیفہ حضرت سلمان فارسی کی اولاد میں سے ہیں'' [تقریر ترمذی ص۳۴]

قارئین کرام!

''فضیلت مذہبِ حنفیہ'' کے بیان میں درج بالا اعلان، بغیر کسی اشارہِ روحانیت کے دروغ بےفروغ ہے۔

امام ابونعیم الفضل بن دکین الکوفی (متوفی ۲۱۸ھ وولد ۱۳۰) نے فرمایا:

''أبو حنيفة النعمان بن ثابت بن زوطى أصله من كابل ''

ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطی آپ کی اصل کابل سے ہے۔

[تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۲۴، ۳۲۵ وسندہ صحیح، الاسانید الصحیحۃ فی أخبار الإمام أبی حنیفۃ ص ۳]

ادیب یاقوت الحموی (متوفی ۶۲۶ھ) نے کہا کہ:

''وكابل في الاقليم الثالث ...قال : ونسبتها الى الهند اولىٰ فصح عندي ''

اور کابل تیسری اقلیم میں ہے...(سجستان کے ایک عقل مند شخص نے) کہا: اور اس (شہر) کی نسبت ہندوستان کی طرف اولیٰ ہے تو یہ بات میرے نزدیک صحیح ہے۔

[معجم البلدان ج ۴ ص ۴۲۶]

کابل کو فارس بنا دینا دیوبندی علم الکلام کا ''عظیم شاہکار'' ہے۔

فائدہ: امام ابوحنیفہ کے بارے میں مدنی صاحب نے لکھا کہ:

''حضرت امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں ایمانی کا یمان جبریل اور بعض نصوص میں کایمان الانبیاء فرمایا گیا''

[الشہاب الثاقب ص ۱۰۳]

یعنی مدنی صاحب کے نزدیک امام ابوحنیفہ فرماتے تھے کہ میرا ایمان جبریل جیسا ایمان ہے اور میرا ایمان نبیوں جیسا ایمان ہے۔ (معاذ اللّٰہ)

حسین احمد مدنی کا تعارف

نام: حسین احمد (چراغ محمد) بن سید حبیب اللہ بن سید پیر علی بن سید جہانگیر بخش بن شاہ نور

اشرف بن شاہ مدن،

آپ کے اجداد میں شاہ لدھن بن شاہ قلندر بھی تھے۔

[چراغ محمد ص۴۴ تصنیف: قاضی محمد زاہد الحسینی دیوبندی اٹکی ۔ نقشِ حیات ص۱۶]

ولادت: ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ء) بمقام بانگڑ مؤ ضلع اناؤ، بعد میں قصبہ ٹانڈہ منتقل ہو گئے۔

وفات: ۱۳۷۷ھ (۱۹۵۷ء)

اساتذہ: محمود الحسن دیوبندی، حکیم محمد حسن، صدیق احمد، مفتی عزیز الرحمٰن، ذوالفقار علی، غلام رسول بفوی، وغیرھم

تصانیف:

(1) الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب (2) نقشِ حیات (3) اسیر مالٹا (4) مکتوبات شیخ الاسلام (5) تقریر ترمذی (6) متحدہ قومیت (7) داڑھی کا فلسفہ، وغیرہ

فائدہ: ایک صاحب نے اشرف علی تھانوی کو خط میں اپنا خواب لکھا تھا۔ تھانوی صاحب نے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

''جاگنے کی باتیں لکھو۔ خوابوں کے پیچھے مت پڑو۔''

[مجالس حکیم الامت ص۱۰۶ تحریر و ترتیب: مفتی محمد شفیع دیوبندی]

مگر حال یہ ہے کہ دیوبندی حضرات دن رات خوابوں کے پیچھے پڑے ہیں۔ انوار الحسن ہاشمی مبلغ دارالعلوم دیوبند نے مدرسہ دیوبند کے متعلق خود ساختہ خوابوں اور من گھڑت غیبی بشارتوں پر ایک رسالہ لکھا ہے ''مبشرات دارالعلوم''

حسین احمد مدنی ٹانڈوی صاحب نے بھی ایک جعلی خواب دیکھنے کا دعویٰ کیا کہ:

''میں نے خواب دیکھا کہ میں مسجد شریف میں بیٹھا ہوا ہوں اور میرے ایک طرف حضرتِ گنگوہی قدس اللہ سرہٗ العزیز تشریف فرما ہیں اور دوسری طرف (غالبًا داہنی جانب) جنابِ رسول اللہ ﷺ کوئی کتاب لئے ہوئے تشریف لائے ہیں، بیداری پر مجھ کو فکر ہوئی کہ کیا بات ہے کہ ہر دو آقا میری امداد

فرمارہے ہیں...'' [چراغ محمد ص ۸۵،۸۶،نقشِ حیات ج ا ص ۱۱۹]

اس مصنوعی خواب میں ''الشہاب الثاقب'' نامی کتاب کی توثیق ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

تنبیہ: یہ وہی گنگوہی صاحب ہیں جنہوں نے خواب میں نانوتوی صاحب (مرد) سے نکاح کرلیا تھا۔ دیکھئے ص ۳۰، اور بیداری میں لوگوں کے سامنے چارپائی پر لٹا کر وہ حرکتیں شروع کردی تھیں جو عاشق اپنی معشوق کے ساتھ کرتا ہے دیکھئے ص ۳۱

ایک ورکشاپ کے انگلوانڈین افسر (انگریز) نے مدنی صاحب کی توثیق کرتے ہوئے کہا کہ:

''ہم جانتے ہیں یہ شخص تمہارا بہت بڑا پوپ ہے، زبردست پادری ہے نہایت نیک آدمی ہے، کیا تم اسی طرح غنڈہ پن سے شراب پی پی کر پاکستان لینا چاہتے ہو'' ؟ [حیات شیخ الاسلام ص ۱۷۳ تالیف: محمد میاں صاحب دیوبندی]

مدنی صاحب نے کہا کہ: ''میں الہ داد پور، قصبہ ٹانڈہ، ضلع فیض آباد کا باشندہ ہوں''

[مکتوبات شیخ الاسلام ص ۵۸ مکتوب: ۱]

حسین احمد مدنی کے عقائد

1- حسین احمد مدنی ٹانڈوی نے محمد قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد سہارنپوری اور اشرف علی تھانوی کا ذکر کر کے لکھا کہ:

''یہ جملہ اکابر ایک روح چند قالب اور ایک معنی اور چند الفاظ ہیں۔ ان کے خیالات وعقائد واعمال ایک ہی ہیں، ان کے معتقدین، مریدین، تلامیذ سب ایک خیال ویک عقائد ہیں'' [الشہاب الثاقب ص ۴۱]

سابقہ صفحات میں ان دیوبندی اکابر کے عقائد گزر چکے ہیں کہ:

۱۔ یہ وحدت الوجود کے قائل تھے ص ۲۴

۲۔ یہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مدد کے لئے پکارتے تھے۔ استغاثہ بغیر اللہ کرتے تھے ص ۱۷

۳۔ ان کے نزدیک اعمال میں امتی بعض اوقات نبی سے بڑھ جاتے ہیں ص ۲۲

وغیر ذلک **من العقائد الباطلة**، ان سب عقائد میں ٹانڈوی صاحب ان کے شریک ہیں۔
نانوتوی صاحب نے ایک نعتیہ قصیدہ لکھا تھا کہ :

''مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار''

اس قصیدے کے بعض اشعار نقل کر کے ٹانڈوی نے لکھا کہ :

''بوجہ خوف طوالت تمام قصیدہ کو نہیں لکھتا ہوں مگر اہلِ فہم سمجھ گئے ہوں گے کہ مولانا کو کس قدر عقیدت ومحبت عشقیہ ذات پاک ﷺ کے ساتھ ہے اور کس قدر تعظیم آنحضرت علیہ السلام کی ان کے قلب انور میں بھری ہوئی ہے۔ فی الحقیقت یہ قصیدہ نہایت سچا اور پاکیزہ واقع ہوا ہے کہ جس کو دیکھتے ہی حرز جان کرنے کو بے اختیار جی چاہتا ہے'' [الشہاب الثاقب ص ۴۸]

2- محمد بن عبدالوہاب التمیمی رحمہ اللہ جن کی وجہ سے جزیرۃ العرب میں خصوصاً اور عالم اسلام میں عموماً دعوتِ توحید پھیلی ہے۔ ان کے بارے میں جھوٹا پروپیگنڈا کرتے ہوئے نانوتوی صاحب نے لکھا کہ :

''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداءً تیرھویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل وقتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم وباغی خونخوار فاسق شخص تھا''

[الشہاب الثاقب ص۴۲]

یہ سارا بیان کذب وافترا پر مشتمل ہے۔

تنبیہ(۱): محمد بن عبدالوہاب التمیمی، صاحب ''کتاب التوحید'' وغیرہ، ولادت ۱۱۱۵ھ وفات ۱۲۰۶ھ رحمہ اللہ دیکھئے محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح، تصنیف: مسعود عالم ندوی (ص۲۴، ۴۸)

تنبیہ(۲): عربستان میں سات نجد ہیں، نجد عراق، نجد الحجاز وغیرہما، محمد بن عبدالوہاب نجد الحجاز میں پیدا ہوئے۔ شیطان کے سینگ نکلنے اور فتنوں والی پیشن گوئی نجد العراق کے بارے میں ہے دیکھئے فتح الباری ج۱۳ ص۴۷ تحت ح۷۰۹۴

آلِ دیوبند چونکہ دوغلی پالیسی پر گامزن رہتے ہیں۔ اہل توحید کے سامنے توحید ظاہر کرتے ہیں اور اہلِ بدعت کے سامنے بدعات میں مصروف رہتے ہیں۔ اپنے اسی دیوبندی عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے مدنی صاحب نے بیان جاری کیا کہ:

> ''بہت سی باتیں جو اہل نجد کی جانب منسوب کی جاتی ہیں بالکل بے اصل ہیں اور بعض باتیں کچھ اصل بھی رکھتی ہیں مگر نہ ایسی کہ جن کی وجہ سے ان کو فرقہ ناجیہ سے نکالنا جائز ہوسکے یا جمہور اہل سنت وجماعت کا مخالف قرار دے کر ان پر تبرا کیا جائے اور عامہ اہل اسلام کو ان سے بہکایا جائے لہذا مجھ کو اس امر کا اعلان کرنے میں ذرا بھی پس وپیش نہیں ہوسکتا کی میری وہ تحقیق جس کو میں رجوم المذنبین اور الشہاب الثاقب میں لکھ چکا ہوں اس کی بنیاد کسی ان کی تالیف وتصنیف پر نہ تھی بلکہ محض افواہوں یا ان کے مخالفین کے اقوال پر تھی اب ان کی معتبر تالیفات بتارہی ہیں کہ ان کا خلاف جمہور اہل سنت وجماعت سے اس قدر ہرگز نہیں جیسا کہ ان کی نسبت مشہور کیا گیا ہے بلکہ صرف چند جزوی اُمور میں صرف اس درجہ تک ہے جس کی وجہ سے ان کی تکفیر یا تفسیق یا تضلیل نہیں کی جاسکتی (ہفتہ وار سچ لکھنؤ ۲۲ مئی ۱۹۲۵ء شمارہ ۲۰ ص۲)''

[فتاویٰ شیخ الاسلام ص ۷۸ا ترتیب مفتی محمد سلیمان منصور پوری]

قارئین کرام!

الشہاب الثاقب ۱۳۲۸ھ (۱۹۱۰ء) میں لکھی گئی تھی، ''اس کے تقریباً ۱۴۔۱۵ سال بعد یہ عظیم واقعہ رونما ہوا کہ اس وقت کی ''وہابی نجدی'' حکومت کے سربراہ ملک عبدالعزیز بن سعود ۱۳۴۲ھ (۱۹۲۴ء) میں اپنی فوجی طاقت سے حجاز مقدس کے اس وقت کے حکمران شریف حسین کو بے دخل کر کے حرمین شریفین کو بھی اپنے اقتدار وانتظام میں لے لیا''

[شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق ص ۷۸ تصنیف محمد منظور نعمانی]

درج بالا بیان تو سعودی حکمرانوں کو خوش کرنے کے لئے تھا اپنے حلقے میں دوسرا ہی راگ الاپا جارہا تھا۔

حسین احمد مدنی کے خلیفہ قاضی زاہد الحسینی صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''ضروری فائدہ: پاکستان میں بعض لوگوں نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ نے بعد میں ان عقائد میں ترمیم فرمادی یا رجوع کر لیا تھا، حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور اہلِ بدعت کی طرح افتراء ہے، حضرتؒ کے یہی عقائد آخر تک تھے اور آج بھی تمام علماء دیوبند اور اُن کے منتسبین کے یہی عقائد ہیں''
>
> [چراغ محمد ص ۹۰، ۹۱]

اور آگے حسین احمد مدنی صاحب سے نقل کیا کہ:

> ''بے شک کتاب ''**الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب**'' میری ہی پہلی تصنیف ہے جو کہ مولوی احمد رضا خان بریلوی کے رد ''**حسام الحرمین**'' کے خلاف میں لکھی گئی تھی، وہابیوں کا تذکرہ اس میں ضمناً آیا ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ ہمارے اسلاف افراط وتفریط دونوں سے علیحدہ ہیں، ان کا مسلک معتدل اور بین بین ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ اسلاف کرام کے سچے متبع ہیں۔ اب بھی میرا وہی مسلک ہے جو اس کتاب میں اظہار کیا گیا ہے اور یہی مسلک میرے

اسلاف کرام کا ہے'' ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہ، دیوبند ۴ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ''

[چراغ محمد ص ۹۱، نیز دیکھئے مکتوبات شیخ الاسلام ص ۳۱۷ـ۳۲۰ مکتوب ۱۱۹]

مدنی صاحب نے اگر چہ ڈپلومیسی اختیار کرتے ہوئے دوہرے بیانات جاری کئے مگر حنبلی علماء کو وہ دھوکا نہ دے سکے۔ شیخ محمود بن عبداللہ بن محمود التویجری (ولادت ۱۳۳۴ھ وفات ۱۴۱۳ھ) نے حسین احمد مدنی کے بارے میں کہا:

''ومن اکبر مشائخ التبلیغین ودجالیھم حسین احمد مؤلف کتاب الشھاب الثاقب'' [القول البلیغ فی التحذیر من جماعۃ التبلیغ ص ۴۷]

اور شیخ تقی الدین الہلالی المراکشی رحمہ اللہ سے حسین احمد مدنی کے کلام کے بارے میں نقل کیا کہ:

''ھذا کلام شیطان الرجیم ، جاحد للحق ، ناصر للباطل ، وقداکذبہ اللہ واظھر للناس جمیعاً مخرقتہ'' [القول البلیغ ص ۷۶]

شیخ تقی الدین الہلالی المراکشی رحمہ اللہ نے حسین احمد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''ویلک یا مشرک'' [القول البلیغ ص ۸۹]

یعنی عرب علماء نے مدنی صاحب کو مشرک اور دجال قرار دیا۔

3- مدنی صاحب نے کہا:

''سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی شخص معصوم نہیں اور سوائے امام صاحبؒ کے کوئی مُقلَّد نہیں۔ مُقلَّد وہ ہوتا ہے جس کے قول کو بلا دلیل مانا جائے۔ اس حیثیت سے وہ قول النبی والصحابی کا مبین ہے من حیث الرسول اس کا قول نہیں مانتے''

[تقریر ترمذی ص ۱۷]

اور کہا:

'' لیکن ہم جیسے لوگوں کو نہ اختیار ہے اور نہ ہماری اس قدر سمجھ ہے کہ امام کے قول کو رد کردیں'' [ایضاً ص ۱۷]

تقلید کی تشریح میں مدنی صاحب کا ایک واقعہ بھی سن لیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:

''ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ تین عالم (حنفی شافعی اور حنبلی) مل کر ایک مالکی کے پاس گئے اور پوچھا کہ تم ارسال کیوں کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں امام مالکؒ کا مقلد ہوں دلیل ان سے جا کر پوچھو۔ اگر مجھے دلائل معلوم ہوتے تو تقلید کیوں کرتا۔ تو وہ لوگ ساکت ہو گئے''

[تقریر ترمذی ص۳۹۹]

4- مدنی صاحب نے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

''ہمارے زمانہ میں قومیں ❶ وطنوں سے بنتی ہیں۔ تمام باشندگان ہند خواہ ہندو ہوں یا مسلمان، سکھ ہوں یا پارسی یا عیسائی بیرونی طاقتوں کے مقابلہ میں ایک قوم ہیں'' [حیات شیخ الاسلام ص۱۱۲،۱۱۳ تصنیف محمد میاں دیوبندی]

5- حسین احمد مدنی نے کہا:

'' حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک حضوری مدینہ منورہ کے بارے میں مرجوع بلکہ غلط مسلک ہے، مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ السلام کی زیارت اور آپؑ کے توسل کی غرض سے ہونی چاہئے۔ آپؑ کی حیات نہ صرف روحانی ہے، جو کہ عام مومنین اور شہداء کو حاصل ہے، بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیاوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے'' ❶

(ملفوظات حضرت مدنی ص ۳۴ ملفوظ نمبر ۱۳، مرتب: ابوالحسن بارہ بنکوی)

6- ابن عربی۔۔ زندیق کی کتاب فصوص الحکم کے بارے میں مدنی ٹانڈوی صاحب نے کہا: ''**فصوص الحکم** اعلیٰ پیمانہ کی کتب میں سے ہے'' [ملفوظات حضرت مدنی ص۳۸]

7- مدنی صاحب ہندو لیڈر کرم داس گاندھی کی جماعت کانگریس میں شامل تھے۔[دیکھئے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ص۳۷۹] یہ جماعت پاکستان کے سراسر خلاف تھی۔ مدنی صاحب نے محمد علی جناح، بانی پاکستان کو شیعہ قرار دے کر کہا: ''پاکستان میں ملاحدہ اور مرتدین کا اقتدار ہے''

[مکتوبات شیخ الاسلام ج۲ ص۲۶۲ مکتوب ۸۵]

اورقرآن مجید کی آیت" **واعدو لھم ما استطعتم من قوۃ** " إلخ سے غلط استدلال کرتے ہوئے مدنی صاحب فرماتے ہیں کہ:

"یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ مسلمانانِ ہند کے لئے یہ اتحاد (ہندو مسلم) ضروری ہے۔ کیونکہ وہ قوت جس کے ذریعے ہم دشمن کو ڈرا سکتے ہیں اور اس کے پتھریلے دل و دماغ کو پگھلا سکتے ہیں وہ اہلِ ہند کے لئے ظاہری حیثیت سے اتحادِ ہندو مسلم اور صرف اتحاد ہندو مسلم ہے۔ اس لئے یہ اتحاد مذہبی حیثیت سے فقط جائز ہی نہیں بلکہ ضروری بھی ہوگا"

[شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ص ۳۷۰، فرید الوحیدی]

غالبًا اسی ہندو مسلم اتحاد کے مظاہرے کے لئے دیوبندی نے آنجہانی اندرا گاندھی کو مدرسۂ دیوبند میں بطورِ مہمان خصوصی بلایا تھا۔ ہندو مسلم اتحاد کی "برکات" اگر دیکھنا چاہیں تو کشمیر، گجراتِ ہند، اور ہندوستان کے دوسرے مقامات پر تشریف لے جائیں یا پھر کانگرس ہندوستان میں گائے ذبح کرنے کی کوشش کر کے مشاہدہ فرمائیں۔

8- مدنی صاحب نے کہا:

"چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا کہ **والصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ** کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حرمین پر سخت نفریں اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اُڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں حالانکہ ہمارے مقدس بزرگانِ دین اس صورت اور جملہ صورت درود شریف کو اگرچہ بصیغۂ خطاب ونداء کیوں نہ ہوں مستحب و مستحسن جانتے ہیں اور اپنے متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں" [الشہاب الثاقب ص ۶۵]

9- قصیدہ بردہ کا ایک شعر مدنی ٹانڈوی صاحب نے بطور حجت نقل کیا کہ:

"**یا اشرف الخلق مالی من الوذبہ**
سواک عند حلول الحادث العمم ❶

اے افضل مخلوقات میرا کوئی نہیں جس کی پناہ پکڑوں
بجز تیرے برقت نزول حوادث''

[الشہاب الثاقب ص ٦٦]

10- حسین احمد مدنی صاحب نے سید احمد بریلوی اوران کی تحریک کے بارے میں کہا:
''ہندوستان کی یہ بہت بڑی بدقسمتی تھی کہ سید صاحب کو مسلمانانِ پنجاب کی حد درجہ پامالی وزبوں حالی کے باعث مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بالمقابل صف آراء ہونا اور آخر معرکہ بالاکوٹ میں جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ ورنہ اصل یہ ہے کہ سید صاحب کا مقصد ہندوستان کے ہندو اور مسلمانوں کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط واقتدار سے نجات دلانا تھا۔ انگریز خود اسے محسوس کرتے تھے اوراس تحریک سے بڑے خوفزدہ تھے اسی بناء پر جب سید صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کے مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔ سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط واقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے۔ اس بناء پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو شرکت کی دعوت دی اوراس میں صاف صاف انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے پردیسی لوگوں کا اقتدار ختم کر دینا ہے۔ اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی اس سے آپ کو غرض نہیں ہے جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے ہندو ہوں یا مسلمان یا دونوں وہ حکومت کریں گے'' [نقشِ حیات ج ۲ ص ۴۱۹ مقدمہ مکتوبات شیخ الاسلام ج ا ص ۱۶، ۱۷]

11- حسین احمد مدنی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''دُور کر دل سے حجاب جہل وغفلت میرے اب
کھول دے دل میں دَرِ علم حقیقت میرے اب
ہادیٔ عالم علی مشکل کشا کے واسطے''

[سلاسل طیبہ مع چند مجرب عملیات ص۱۴ تصنیف: حسین احمد مدنی، نیز دیکھئے ص۵۲]

12- مدنی صاحب نے مزید کہا کہ: ''قومیں نسل مذہب وطن پیشوں وغیرہ سب سے بنتی ہیں''

[مکتوبات شیخ الاسلام ص۳۴۹ ج۲، مکتوب ۱۳۳]

6- قاری محمد طیب کا جھوٹ (۷):

قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند نے کہا:

''اور وہ اس علامت کو پہچانتے ہوں گے کہ منیٰ میں قتل ہونا اور جمرہ عقبہ کا خون سے بھرنا یہی ظہور مہدیؓ کی علامت ہے، تو انہیں یقین ہوگا کہ مہدیؓ کی طرف رجوع کریں۔ اور مہدیؓ ان سے چھپ کر مکے میں آئیں گے پھر مطاف کے اندر یہ انہیں پکڑیں گے۔ وہ فرمائیں گے کہ میں ایسی قوم کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا جو اس درجہ آپس میں خونریزی کرے۔ تم لوگوں کا کیا اعتبار ہے۔ یہ انہیں بھی دھمکی دینا شروع کر دیں گے۔ پھر ان کے ہاتھ پر بیعت ہوگی۔ اسی کے بارے میں وہ روایت ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ ایک آواز بھی غیب سے ظاہر ہوگی کہ: **ھذا خلیفۃ اللہ المھدی ،فاسمعوا لہ واطیعوہ** یہ خلیفۃ اللہ مہدیؓ ہیں ان کی سمع وطاعت کرو''

[خطبات حکیم الاسلام ج۷ ص۲۳۱، ۲۳۲]

طیب صاحب کی پیش کردہ حدیث صحیح بخاری میں قطعاً موجود نہیں ہے۔ قاری طیب صاحب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی نے روایت مذکورہ پیش کر کے اسے صحیح بخاری سے منسوب کیا ہے۔

[شہادت القرآن ص۲۹ مطبوعہ: احمدیہ انجمن لاہور]

جب مسلمانوں نے کہا کہ مرزا نے جھوٹ بولا ہے۔ مرزا کذاب ہے تو مرزائیوں نے جواب دیا کہ:

''حدیث کا حوالہ دینے میں بے شک سہو ہوا ہے مگر یہ حدیث مستدرک للحاکم میں انہی الفاظ میں موجود ہے'' [احمدیہ پاکٹ بک ص۳۹۲]

مرزائیوں نے تسلیم کرلیا کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں موجود نہیں ہے مگر قاری طیب صاحب یہ راگ الاپ رہے ہیں کہ یہ حدیث ''صحیح بخاری میں ہے''!

مستدرک (۴۶۳/۴، ۴۶۴ ح ۸۴۳۲) والی روایت میں غیب یا آسمان والی آواز کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ الفاظ ہیں کہ:

''فقال : اذا رأیتموه فبایعوه ولو حبواً علی الثلج فإنه خلیفة الله المهدی''

تو آپ (ﷺ) نے فرمایا: جب تم اسے دیکھو تو اس کی بیعت کروا گرچہ برف پر بھی گھسیٹ کر جانا پڑے کیونکہ بے شک وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے۔

یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ سنن ابن ماجہ [کتاب الفتن بات خروج المھدی ح ۴۰۸۴] میں بھی موجود ہے اور دونوں روایتوں کی سند ایک ہی ہے۔ یہ سند ضعیف ہے۔ سفیان ثوری مدلس ہیں دیکھئے الجوھر النقی [ج ۸ ص ۲۶۲] وعمدۃ القاری للعینی [ج ۱ ص ۲۲۳، ۱۱۲/۳] وعام کتب اسماء الرجال،

ص ۱۱۵ پر گزر چکا ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک مدلس کا عنعنہ معتبر نہیں ہے۔ محدثین کے نزدیک بھی مدلس کی معنعن روایت ضعیف ہوتی ہے۔

[دیکھئے الرسالۃ للامام الشافعی: ص ۳۸۰ فقرہ: ۱۰۳۵ وعام کتب اصول حدیث]

شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی درج بالا حدیث ضعیف ہے دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ [ج ۱ ص ۱۱۹ ح ۸۵] وضعیف سنن ابن ماجہ [۴۰۸۴]

ابن ماجہ والمستدرک کی ضعیف حدیث کے متن میں اضافہ کر کے قاری طیب صاحب اسے صحیح بخاری کی حدیث باور کرار ہے ہیں!!

(۱) ابوعبیدہ نظام الدین بی اے، سائنس ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول کوہاٹ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے رد میں ''برق آسمانی برفرقِ قادیانی الموسومہ بہ کذبات مرزا حصہ اول'' کتاب لکھی ہے جو ۲۰ مارچ ۱۹۳۴ء میں پشاور سے چھپی، اس کتاب کے ص ۶۱ پر (جھوٹ) نمبر ۱۷۲ کے تحت ابوعبیدہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

''مرزا جی نے اس حدیث کو بخاری میں درج شدہ ظاہر کر کے کس قدر زور سے

اس کی صحت کا یقین دلایا ہے۔مگر یہ بھی مرزا جی کے دجل وفریب کا ایک نمونہ ہے۔ بخاری شریف میں حدیث اگر موجود ہوتو ہم مرزا جی کی مسیحیت کے قائل ہونے کو تیار ہیں ورنہ اے احمدیت کے علم بردارو آؤ رسول عربی ﷺ کے جھنڈے کو مضبوطی سے پکڑ لو اور کسی ایرے غیرے نتھو خیرے کی نبوت کو قبول نہ کرو'' [ص۶۱،۶۲]

قاری طیب کا تذکرہ

نام: محمد طیب (مظفرالدین) بن حافظ محمد احمد قاسمی بن محمد قاسم نانوتوی

ولادت: ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۷ء) بمقام دیوبند

وفات: ۱۴۰۳ھ (۱۹۸۳ء) بمقام دہلی

شیوخ: انور شاہ کشمیری ،شبیر احمد عثمانی، اصغر حسین دیوبندی وغیرہم

پیر: محمود الحسن دیوبندی، اشرف علی تھانوی

تصانیف:

(1) التشبہ فی الاسلام (2) روایات الطیب (3) خطبات حکیم الاسلام (4) کلمہ طیبہ کی حقیقت ، وغیرہ دیکھئے ذکر طیب [ص۱۴۲،۱۴۳]

قاری طیب صاحب اپنا ایک خواب ذکر کرتے ہیں جس میں انہوں نے محمد قاسم نانوتوی کو دیکھا۔ نانوتوی صاحب نے قاری صاحب سے کہا: ''اچھا :امکانِ نظیر پر تقریر کرو''

طیب صاحب نے کہا:

> ''میں بہت تیزی سے فرفر تقریر کرنے لگا۔حضرت اس وقت اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھے ہوئے تھے۔جب اس موضوع پر تقریر پوری ہوچکی تو فرمایا: اب ''امکانِ کذب'' پر تقریر کرو، میں نے اس عنوان پر بھی بڑی تیزی سے تقریر کی'' [مجالس حکیم الاسلام ج۱ص۳۵]

امکان نظیر اور امکانِ کذب دیوبندیوں کے دو خاص مسئلے ہیں۔

امکانِ نظیر: یہ عقیدہ رکھنا کہ نبی ﷺ کا نظیر اور مثل ممکن ہے (معاذ اللہ)
امکانِ کذب: یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (معاذ اللہ)

معلوم ہوا کہ نانوتوی صاحب کو مرنے کے بعد بھی ان مسئلوں کا بہت زیادہ خیال ہے۔ اور قاری طیب صاحب ان دونوں مسئلوں کے زبردست مبلغ و مقرر ہیں۔

قاری طیب کے چند عقائد

1- نانوتوی صاحب نے منصور علی خان کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ اب آگے کیا ہوا، قاری طیب صاحب کی زبانی سنیے:

''مولانا منصور علی خان مجھ سے فرماتے تھے - میں تم سے حلف شرعی کر کے اور اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جبتک حضرت میرے ہاتھ پر ہاتھ پھیرتے رہے۔ پورے آسمان اور زمین کی چیزیں مجھ پر روشن تھیں۔ ملائکہ کی آمد و رفت مجھے نظر آ رہی تھی۔ چڑھ رہے ہیں اور اتر رہے ہیں۔ گویا پورا عالم غیب مجھ پر منکشف تھا''

[خطبات حکیم الامت ج ۷ ص ۹۳]

2- حیات النبی ﷺ کے بارے میں قاری طیب صاحب فرماتے ہیں کہ:

''حیات النبوی ؐ اجماعی مسئلہ ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا ہے ''حیات النبی ؐ'' کا لوگ انکار کیوں کرتے ہیں؟ میرے خیال میں اجمالاً اتنی بات ہے کہ ''حیات النبی ؐ'' کا مسئلہ تو مجمع علیہ ہے یعنی امت کے اندر کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے''

[خطبات حکیم الامت ج ۷ ص ۱۸۳]

3- قاری محمد طیب صاحب نے فرمایا:

''حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے لکھا ہے کہ رام چندر جی اور کرشن جی کو بُرا مت کہو، ممکن ہے یہ اپنے وقت کے پیغمبر ہوں، اس لئے نام لے کر انہیں کبھی بُرا نہ کہو۔ چنانچہ ان کے پیغامات میں بہت سی باتیں حق ہیں۔ ممکن ہے بعد کے لوگوں نے خلط ملط کر دیا ہو''

[خطبات حکیم الاسلام ج ۸ ص ۱۶۰ نیز دیکھئے خطبات حکیم الاسلام ج ۵ ص ۱۱۷]

4- قاری طیب صاحب نے اعلان کیا کہ :

''مولانا احمد رضا خانؒ اور بریلویت کے بارے میں جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو آج تک کہیں ان کی تکفیر نہیں کی گئی۔ بہر حال وہ مسلمان ہیں''

[خطبات حکیم الامت ج ۷ ص ۲۵۴]

5- قاری صاحب نے مدرسہ دیوبند کے بارے میں کہا:

''دیوبند تو ایک ادارہ ہے وہ نہ لیگی نہ کانگریسی، ہمیشہ غیر جانبدار رہا''

[خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۲۴۵]

6- قاری طیب صاحب نے بریلویوں کے بارے میں کہا:

''ہم انہیں فرقہ نہیں سمجھتے۔ نہ ہم فرقہ، نہ وہ فرقے''

[خطبات حکیم الامت ج ۷ ص ۲۴۴]

7- قاری طیب کہتے ہیں کہ :

''حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہ جو صاحب کشف وکرامات بزرگ اور اولیائے کاملین میں سے تھے، دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے صدر مدرس تھے'' [خطبات حکیم الامت ج ۵ ص ۱۱۵]

محمد یعقوب صاحب نے گنگا دریا کے بارے میں کہا:

''مجھے یہ منکشف ہوا کہ جہاں سے دہانہ پھوٹا ہے وہاں سے مجھے انوار نبوت محسوس ہوئے یا تو کسی نبی کی قبر ہے یا کسی نبی کی نشست گاہ ہے جہاں بیٹھ کر انہوں نے قوم کو ہدایت کی ہے، اسی برکات کے آثار اس پانی میں ہیں، اس لئے قوم کی قوم، اس کی عظمت کر رہی ہے'' [ایضاً ص ۱۱۵]

8- میاں جی محمد حسین عرف منے شاہ کے بارے میں قاری طیب صاحب نے بتایا کہ :

''جب انتقال ہوا اور غسل کے لئے تختے پر لٹائے گئے تو چشم دید واقعہ مولانا محمد

یٰسین صاحب نے سنایا جو میرے فارسی کے استاد تھے اور آپ کے پاکستان کے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے والد ماجد تھے ۔انہوں نے خود سنایا کہ تختے پر لٹاتے ہی میاں صاحب ایک دم کھل کھلا کر ہنسنے لگے ۔شور مچ گیا تو لوگ دوڑ پڑے ۔جب مجمع زیادہ ہوا تو ہنسنا بند ہوا‘‘

[خطبات حکیم الاسلام ج٦ ص١٥٨،١٥٩]

9- قاری طیب صاحب کہتے ہیں کہ :

’’دوسرا سوال یہ کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نعوذ باللہ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد مٹی میں مل گئے ہیں... یہ بھی بالکل جھوٹ اور افتراء پردازی ہے ۔یہ نجدیوں کا عقیدہ ہے اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کے معتقدین کا ہے ۔جن کو ’’وہابی‘‘ کہا جاتا ہے ۔علماء دیوبند اس عقیدے سے بری ہیں ۔علماء دیوبند کہتے ہیں کہ حدیث صحیح میں فرمایا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام کے بدنوں کو زمین کے اوپر حرام قرار دے دیا گیا ہے ۔مٹی ان کو نہیں کھا سکتی ۔تو یہ کہنا کہ مٹی میں مل کر مٹی ہو گئے ، بالکل جھوٹ ہے اور علماء دیوبند پر جھوٹ نہیں بلکہ حدیث پر جھوٹ لگانا ہے ۔جو حدیث میں فرمایا گیا ہے وہی عقیدہ علماء دیوبند کا ہے ۔اور علماء دیوبند صرف یہی نہیں کہتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک مٹی میں بالکل صحیح وسالم محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا بلکہ علماء دیوبند کا عقیدہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آج بھی اسی طرح سے جسم کے ساتھ زندہ ہیں جس طرح سے جسم کے ساتھ دنیا میں تھے اور اس میں ذرہ برابر فرق نہیں ۔فقط یہ نہیں کہ بدن محفوظ ہے بلکہ بدن میں وہی حیات محفوظ ہے جو حیات دنیا کے اندر محفوظ تھی اسی طرح آپ حی اور زندہ ہیں‘‘

[خطبات حکیم الاسلام ج١٠ ص٢٢٣]

10- قاری طیب صاحب اس بات کے معتقد ہیں کہ ’’ختم نبوت کا یہ معنی لینا کہ نبوت کا

دروازہ بند ہوگیا ہے یہ دنیا کو دھوکہ دینا ہے“ [دیکھئے یہی کتاب ص ۲۱]

❶ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

وهذه الحياة ليست دنيوية إنما هى أخروية اور یہ زندگی دنیوی نہیں بلکہ اخروی ہے۔

[تسکین الصدور ص ۲۵۹ بحوالہ فتح الباری ۲/۲۱۳ تصنیف سرفراز خان صفدر دیوبندی]

طیب کا دوسرا جھوٹ (۸):

قاری محمد طیب دیوبندی نے کہا:

”صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ” **ونبي الله يرزق** “ اللہ کا نبی زندہ ہے اور اس کو رزق دیا جا رہا ہے“ [خطبات حکیم الاسلام ج ۱۰ ص ۲۲۳]

حالانکہ سچ یہ ہے کہ ” **ونبي الله حي يرزق** “ والی روایت صحیح بخاری میں قطعاً موجود نہیں ہے۔

سنن ابن ماجہ [۱۶۳۷] میں ایک ضعیف روایت ہے کہ:

فنبي الله حي يرزق پس اللہ کا نبی زندہ ہے اسے رزق دیا جاتا ہے۔

یہ روایت منقطع ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

”**زيد بن أيمن عن عبادة بن نسي مرسل** “

زید بن ایمن کی عبادہ بن نسی سے روایت مرسل (منقطع) ہے۔

[التاریخ الکبیر ج ۳ ص ۳۸۷ ت ۱۲۸۸]

بوصیری نے زوائد سنن ابن ماجہ میں اس روایت کو دوجگہ ”منقطع“ قرار دیا ہے۔

قاری طیب کا تیسرا جھوٹ (۹):

قاری طیب صاحب نے کہا:

”**تركت فيكم الثقلين لن تضلوا ماتمسكتم بهما كتاب الله وسنة رسوله (ابن ماجه)**“

یہ روایت سنن ابن ماجہ میں موجود نہیں ہے۔

قاری طیب کا چوتھا جھوٹ (۱۰):

قاری طیب نے کہا:

''حافظ ابن تیمیہ ہرانی ؒ نے ایک کتاب'' آکام المرجان فی احکام الجان'' کے نام سے لکھی ہے اس میں جنات کے واقعات بیان کئے ہیں''[خطبات حکیم الاسلام ج ۷ص ۲۰۳]

تنبیہ: صوابہ الحرانی

'' آکام المرجان'' امام ابن تیمیہ کی کتاب نہیں بلکہ قاضی بدرالدین محمد بن عبداللہ الشبلی الحنفی (متوفی ۷۶۹ھ) کی کتاب ہے دیکھئے'' کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون'' ج اص ۱۴۱ تصنیف: حاجی خلیفہ کاتب چلپی

قاری طیب کا پانچواں جھوٹ (۱۱):

قاری طیب صاحب فرماتے ہیں کہ:

''حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے دوسری صحابی سے زمین خریدی، قیمت ادا کر دی زمین قبضے میں آ گئی عمارت بنانے کے لئے جو بنیاد کھودی تو ایک بڑا دیگچہ نکلا جس میں سونا اور چاندی بھرا ہوا تھا، گویا لاکھوں روپے کا مال نکلا۔ اسے لے کر ان کے ہاں پہنچے جنسے زمین خریدی تھی اور فرمایا: یہ آپ کا دیگچہ ہے؟ انہوں نے کہا: کیسا دیگچہ ہے، فرمایا وہ جو زمین میں نے خریدی تھی اس میں سے نکلا ہے اور میں نے زمین خریدی تھی دیگچہ تھوڑا ہی خریدا تھا۔ یہ آپ کا حق ہے۔ انہوں نے کہا: جب میں نے زمین بیچی تھی زمین میں تحت الثریٰ تک جو کچھ تھا وہ سب بیچنے میں آ گیا، لہذا یہ آپ کا حق ہے میرا حق نہیں۔ اب لڑائی اس پر ہو رہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ کا حق ہے۔ انہوں نے کہا: نہیں میرا حق نہیں یہ آپ کا حق ہے۔ آخر وہ مقدمہ حضور ﷺ کی خدمت میں گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں کی کوئی اولاد ہے؟ تو ایک کے ہاں بیٹا اور ایک کے ہاں بیٹی تھی۔ فرمایا: دونوں کی شادی کر دو اور اس میں اس دولت کو خرچ کر دو! بس سکون ہو گیا''

[خطبات حکیم الاسلام ج ۸ص ۱۸۲،۱۸۳]

یہ نبی ﷺ کا واقعہ نہیں بلکہ (بنی اسرائیل کا) ایک واقعہ ہے جو نبی ﷺ نے بیان فرمایا ہے دیکھئے صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء ح ۳۴۲۷ و صحیح مسلم [ح ۱۷۲۱] و فتح الباری ج ۶ ص ۵۱۸ وقال: " أورده في ذكر بني إسرائيل " یہ واقعہ داود علیہ السلام یا ذوالقرنین کے زمانے میں ہوا ہے۔

7- زکریا کاندھلوی تبلیغی کا جھوٹ (۱۲):

محمد زکریا کاندھلوی دیوبندی تبلیغی نے کہا:

"اور بعض بزرگوں سے نقل کیا گیا کہ بہت سے لوگ خُراسان میں رہنے والے مکہ سے تعلق کے اعتبار سے بعض ان لوگوں سے قریب ہیں جو طواف کر رہے ہوں، بلکہ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ خود کعبہ ان کی زیارت کو جاتا ہے"
[فضائل حج ص ۸۸۵/۱۱۱]

خانہ کعبہ کا لوگوں کی زیارت کو جانا، ادلۂ شرعیہ سے ثابت نہیں ہے بلکہ دنیا کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔

زکریا صاحب کا دوسرا جھوٹ (۱۳):

زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ایک سید صاحبؒ کا قصہ لکھا ہے کہ بارہ دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں پڑھیں اور پندرہ برس مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی کئی کئی دن ایسے گزر جاتے کہ کوئی چیز چکھنے کی نوبت نہ آتی تھی" [فضائل نماز ص ۶۸ تبلیغی نصاب ص ۳۸۴]

زکریا صاحب کا تیسرا جھوٹ (۱۴):

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں "**وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوت كلها في الحضر والسفر وما يجهر فيها وما يخافت** "[قرأت کا وجوب، امام اور مقتدی کے لئے، تمام نمازوں میں، سفر و حضر (گھر) میں، جہری نمازیں ہوں یا سری (سب میں قرأت یعنی سورۃ فاتحہ واجب ہے)] کا باب باندھا ہے۔ اس باب کے بارے میں زکریا صاحب

فرماتے ہیں کہ :

'' **فی الصلٰوۃ کلھا** سے امام بخاری نے حضرت ابن عباس وغیرہ پر رد فرمایا اس لئے کہ وہ جہری میں تو قرأت کے قائل ہیں سری میں نہیں بلکہ جب ان سے کہا گیا تو کہنے لگے کہ خاموش منہ نوچ لوں گا، کیا حضور ہم سے چھپا دیں گے''

[تقریر بخاری جلد سوم ص۱۱۴]

زکریا صاحب کا درج بالا بیان سراسر جھوٹ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ :

اقرأخلف الإمام بفاتحة الكتاب امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھ

[مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۵ ح ۳۷۷۳ وھو صحیح، انظر الکواکب الدریہ ص ۷۰، ۷۱]

یہ فتویٰ عام ہے اور سری و جہری دونوں نمازوں کو شامل ہے۔ بلکہ حنفیوں کے امام طحاوی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ :

اقرأ خلف الامام بفاتحة الكتاب فى الظهر والعصر

امام کے پیچھے ظہر وعصر (کی نمازوں) میں سورہ فاتحہ پڑھ

[شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۰۶ باب القراءۃ فی الظہر والعصر]

طحاوی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ :

ان ناساً يقرئون فى الظهر والعصر

بے شک کچھ لوگ ظہر وعصر میں (جہر سے) قرأت کرتے ہیں؟

تو انہوں نے فرمایا:

''**لو كان لي عليهم سبيل لقلعت السنتهم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ فكانت قرأته لناقراءة وسكوته لناسكوت** ''

اگر میرا ان لوگوں پر اختیار ہوتا تو ان کی زبانیں کھینچ لیتا۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے (جہری) قرأت کی ہے تو آپ کی قرأت (کی طرح) ہماری قرأت ہے اور آپ کے سکوت کی طرح ہمارا سکوت ہے۔ [شرح معانی الآثار ۱/۲۰۵]

اس روایت کے مقتدی کی سری نماز میں قرأت سے کوئی تعلق نہیں ۔ بلکہ بعض لوگوں کا اپنی ظہر وعصر کی نمازوں میں امام ومنفرد ومقتدی کی حیثیت سے جہراً قرأت کرنا ہے جس پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سخت ناراضی کا اظہار فرمارہے ہیں۔

دوسرے یہ کہ مودبانہ عرض ہے ''**لقلعت ألسنتهم**'' والی روایت کا راوی ابراہیم بن مرزوق بن دینار الاموی البصری المصری ہے جس کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ :

> ''**ثقة عمی قبل موته فكان يخطئ ولا يرجع**''
>
> ثقہ ہے، موت سے پہلے اندھا ہو گیا تھا۔ پس یہ غلطیاں کرتا تھا اور رجوع نہیں کرتا تھا۔ [تقریب التہذیب:۲۴۸، کشف الاستار عن رجال معانی الآثار ص ۷]

زکریا صاحب کا چوتھا جھوٹ (۱۵):

سالم بن عبداللہ بن عمر عن ابیہ والی مشہور حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔اس پر تبصرہ کرتے ہوئے زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ :

> ''حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میں سالم عن ابن عمر کی روایت کو نہیں لیتا اس لئے کہ سالم اور ابوحمید الساعدی کی صحیح روایت میں **فی کل خفض ورفع** ، رفع یدین ثابت ہے اور بخاری کی روایت میں **لا يفعل ذلک فی السجود** ہے تو اگر سالم کی روایت لے لوں گا تو تعارض بین النفی والاثبات لازم آئے گا۔ اور قاعدہ ہے کہ جہاں بین النفی والاثبات تعارض ہو وہاں اثبات کو ترجیح ہوتی ہے لہذا فی رفع وخفض والی روایت کو ترجیح ہو جائے گی ۔ اب جب کہ امام احمد یوں فرماتے ہیں کہ میں سالم کی روایت کو نہیں لیتا تو اگر حنابلہ یہ کہیں کہ ہمارے امام کا فرمان یہ ہے کہ **اذا صح الحديث فهو مذهبی** اور سالم کی حدیث صحیح ہے، لہذا امام احمد کا یہی مذہب ہے تو ان کی یہ بات کبھی بھی درست نہ ہوگی''
>
> [تقریر بخاری ج۳ ص۱۰۲]

امام احمد کے بارے میں یہ سارا بیان کذب وافترا پر مبنی ہے۔امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ :

" أصح الأسانيد : الزهري عن سالم عن أبيه "

سب سے صحیح سند: زہری عن سالم عن ابیہ ہے۔

[تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۷۸ ت ۸۰۷]

امام احمد سے پوچھا گیا کہ اگر سالم اور نافع میں اختلاف ہو جائے تو انہوں نے کسی کو ترجیح نہ دی بلکہ فرمایا:

" جميعاً عندي ثبت "

دونوں میرے نزدیک ثقہ وثبت ہیں۔

[سوالات المروذی: ۹ وموسوعۃ اقوال الامام احمد ۲/۸]

سالم عن ابیہ: رفع الدین والی روایت نقل کر کے امام ترمذی لکھتے ہیں کہ:

"وبه يقول ...الشافعي وأحمد وإسحاق "

اوراسی حدیث کے مطابق شافعی، احمد اور اسحاق کہتے ہیں۔

[سنن الترمذی ح ۲۵۵، ۲۵۶ باب ماجاء فی رفع الیدین عندالرکوع]

امام ترمذی تو یہ فرما رہے ہیں کہ امام احمد حدیث کے مطابق رفع یدین کے قائل ہیں اور زکریا صاحب یہ فرمارہے ہیں کہ امام احمد سالم کی حدیث کونہیں لیتے!

زکریا صاحب کا پانچواں جھوٹ (۱۶):

زکریا صاحب فرماتے ہیں کہ:

''جیسے ایک صاحب اہل حدیث کا طریقہ تھا کہ جب بھی استنجے سے فارغ ہوکرآتے تو نمازِ وتر کی نیت باندھ لیتے۔ کسی نے دریافت کیا کہ کیا پڑھتے ہو؟ تو جواب دیا کہ حدیث میں ہے کہ مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِر (کہ جو شخص استنجا کرے اس چاہئے کہ وتر پڑھے) حالانکہ حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص استنجا کرے اس کو وتر یعنی طاق عدد ڈھیلوں سے استنجا کرنا چاہئے۔ یہاں ان سے غلطی ہوئی کہ انہوں نے عدد وتر کو نماز وتر سمجھا جو کھلی غلطی ہوئی۔''

[شریعت وطریقت کا تلازم ص۴۰،تصنیف: محمد زکریا کاندہلوی]

یہ بالکل خانہ زادافترا ہے۔کسی اہل حدیث عالم یا طالب علم سے یہ واقعہ ثابت نہیں ہے۔

زکریا صاحب کا تعارف:

نام:محمد زکریا بن محمد یحییٰ بن محمد اسماعیل کاندہلوی

ولادت:۱۱/رمضان ۱۳۱۵ھ

وفات:۲۵/مئی ۱۹۸۲ء،۲شعبان ۱۴۰۲ھ

شیوخ:محمد یحییٰ کاندہلوی،خلیل احمد سہارنپوری،محمد الیاس کاندہلوی،ظفر احمد ثمانی، عبداللطیف(اکابر علماء دیو بند ص ۲۶۵)

پیر:خلیل احمد سہارنپوری سے ۳۳(۱۳) ھ میں (صوفیانہ) بیعت کی (سوانح.. محمد زکریا ص ۲۶ تصنیف ابوالحسن علی ندوی)خلیل احمد صاحب کی وفات کے بعد عبدالقادر رائے پوری سے(صوفیانہ بیعت کی) خلافت حاصل کی۔

[دیکھئے اکابر علماء دیو بند ص ۲۶۵]

تصانیف: اوجز المسالک شرح موطا امام مالک،تبلیغی نصاب (حکایات صحابہ، فضائل قرآن، فضائل نماز،فضائل رمضان،فضائل ذکر،فضائلِ درود)فضائل صدقات،فضائل حج،تاریخ مشائخ چشت،فتنۂ مودودیت، کتب فضائل پر اشکالات اوران کے جوابات، جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات،وغیرہ

جناب زکریا صاحب کی دماغی حالت

زکریا صاحب بذاتِ خود لکھتے ہیں کہ:

''امابعد اللہ کے ایک برگزیدہ بندے اورمیرے مربی ومحسن کا ارشاد ۵۳ھ میں ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے چند قصے بالخصوص کم سن صحابہؓ اورعورتوں کی دینداری کی کچھ حالت اردو میں لکھی جائے تاکہ جولوگ قصوں کے شوقین ہیں

وہ واہی تباہی جھوٹی حکایات کی بجائے اگر ان کو دیکھیں تو ان کے لئے دینی ترقی کا سبب ہو......اس لئے چار برس تک بار بار اس ارشاد کو سنتا رہا اور اپنی نا اہلیت سے شرمندہ ہوتا رہا کہ صفر ۱۳۵۷ھ میں ایک مرض کی وجہ سے چند روز کے لئے دماغی کام سے روک دیا گیا۔ تو مجھے خیال ہوا کہ ان خالی ایام کو اس بابرکت مشغلہ میں گزار دوں کہ اگر یہ اوراق پسند خاطر نہ ہوئے تب بھی میرے یہ خالی اوقات تو بہترین اور بابرکت مشغلہ میں گذر ہی جائیں گے۔''

[تبلیغی نصاب ص ۷ وتمہید: حکایات صحابہ ص ۱]

دماغی کام سے روک دیئے جانے کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ زکریا صاحب ان دنوں کسی دماغی مرض میں مبتلا تھے۔ غالبًا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے لکھا:

''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے باپ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پانسو احادیث کا ایک ذخیرہ جمع کیا تھا۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ نہایت بے چین ہیں، کروٹیں بدل رہے ہیں۔ مجھے یہ حالت دیکھ کر بے چینی ہوئی۔ دریافت کیا کہ کوئی تکلیف یا کوئی فکر کی بات سننے میں آئی ہے۔ غرض تمام رات اسی بے چینی میں گذری اور صبح کو فرمایا کہ وہ احادیث جو میں نے تیرے پاس رکھوا رکھی ہیں، اٹھا لا۔ میں لے کر آئی آپ نے ان کو جلا دیا۔ میں نے پوچھا کہ کیوں جلا دیا۔ ارشاد فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مر جاؤں اور یہ میرے پاس ہوں ان میں دوسروں کی سنی ہوئی روایتیں بھی ہیں کہ میں نے معتبر سمجھا ہو اور واقع میں وہ معتبر نہ ہوں اور اس کی روایت میں کوئی گڑبڑ ہو جس کا وبال مجھ پر ہو (تذکرۃ الحفاظ)''

[تبلیغی نصاب ص ۹۸ وحکایات صحابہ، آٹھواں باب (۲) ص ۹۸]

روایت مذکورہ حافظ الذھبی (متوفی ۷۴۸ھ) کی کتاب تذکرۃ الحفاظ، عربی (ج ا ص ۵ ترجمۃ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ) میں بحوالہ الحاکم: ''حدثني بكر بن محمد الصير في بمرو: أنا

محمد بن موسی البربري: أنا المفضل بن غسان : أنا علي بن صالح: أنا موسی بن عبدالله بن حسن بن حسن عن إبراهيم بن عمر بن عبيدالله التيمي: حدثني القاسم بن محمد: قالت عائشة...... '' کی سند سے موجود ہے۔اس روایت کے متصل بعد حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

''**فهذا لایصح و اللّٰه أعلم**'' پس یہ (روایت) صحیح نہیں ہے واللہ اعلم

[تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۵]

اس جرح کو زکریا صاحب نے چھپا کر اس بات کا ناقابلِ تردید ثبوت پیش کر دیا کہ انہیں دماغی کام سے جو روک دیا گیا تھا، صحیح تھا کیونکہ کوئی انصاف پسند انسان یہ حرکت قطعاً نہیں کرتا کہ ایک کتاب سے روایت نقل کرے اوراسی کتاب میں اس روایت پر جرح کو چھپا لے۔

روایت مذکورہ میں محمد بن موسیٰ البربری: **لیس بالقوی** تھا(سؤالات الحاکم النیسابوری للدارقطنی :۲۲۱ ولسان المیز ان ۵/۴۰۰)

ابراہیم بن عمر بن عبیداللہ التیمی اور بکر بن محمد الصیر فی کے حالات نامعلوم ہیں۔منکرینِ حدیث کا اس غیر صحیح روایت سے استدلال مردود ہے۔

زکریا صاحب اپنے بارے میں بغیر کسی حیل وحجت کے لکھتے ہیں کہ:

''امابعد اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کے لطف وانعام اور محض اس کے فضل واحسان اور اس کے نیک بندوں کی شفقت اور توجہات سے اس ناکارہ ونابکار سیاہ کار کے قلم سے فضائل کے سلسلہ میں متعدد رسالے لکھے گئے جو نظام الدینؒ کے تبلیغی سلسلہ کے نصاب میں بھی داخل ہے ...... یہ اللہ کا محض لطف وکرم ہے کہ ان ساری برکات میں اس ناپاک کی گندگی حائل نہ ہوئی۔''

[تبلیغی نصاب ص۶۸۲ وفضائل درودشریف ص۴]

یہاں پر یہ تنبیہ ضروری ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے:

'' **إن المؤ من لا ینجس** '' بے شک مومن نجس (ناپاک) نہیں ہوتا۔

[صحیح البخاری کتاب الغسل باب عرق الجنب وأن المسلم لا ینجس ح ۲۸۳ وصحیح مسلم کتاب الطھارۃ، باب الدلیل علی أن المسلم لا ینجس ح ۸۲۴/۳۷۱]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''إن المسلم لاینجس '' بے شک مسلم (مسلمان) نجس (ناپاک) نہیں ہوتا۔

[صحیح مسلم: ۸۲۵/۳۷۲]

زکریا صاحب اپنی تحریرات کے آئینے میں:

۱۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

''روض الفائق میں اسی نوع کا ایک اور قصہ نقل کیا ہے۔ وہ حضرت سفیان ثوریؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں طواف کر رہا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ہر قدم پر درود ہی پڑھتا ہے اور کوئی چیز تسبیح تہلیل وغیرہ نہیں پڑھتا۔ میں نے اس سے پوچھا اس کی کیا وجہ؟ تو اس نے پوچھا تو کون ہے؟ میں نے کہا کہ میں سفیان ثوریؒ ہوں۔ اُس نے کہا کہ اگر تو اپنے زمانہ کا یکتا نہ ہوتا تو میں نہ بتاتا اور اپنا راز نہ کھولتا۔ پھر اس نے کہا کہ میں اور میرے والد حج کو جا رہے تھے۔ ایک جگہ پہنچ کر میرا باپ بیمار ہو گیا۔ میں علاج کا اہتمام کرتا رہا کہ ایک دم ان کا انتقال ہو گیا اور منہ کالا ہو گیا۔ میں دیکھ کر بہت ہی رنجیدہ ہوا اور اِنا للہ پڑھی اور کپڑے سے ان کا منہ ڈھک دیا۔ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب جن سے زیادہ حسین میں نے کسی کو نہیں دیکھا اور ان سے زیادہ صاف ستھرا لباس کسی کا نہیں دیکھا اور ان سے زیادہ بہترین خوشبو میں نے کہیں نہیں دیکھی تیزی سے قدم بڑھائے چلے آ رہے ہیں۔ انہوں نے میرے باپ کے منہ پر سے کپڑا اٹھایا اور اس کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا تو اس کا چہرہ سفید ہو گیا۔ وہ

واپس جانے لگے تو میں نے جلدی سے ان کا کپڑا پکڑ لیا اور میں نے کہا اللہ تعالیٰ
آپ پر رحم کرے آپ کون ہیں کہ آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے باپ پر
مسافرت میں احسان فرمایا۔ وہ کہنے لگے کہ تو مجھے نہیں پہچانتا میں محمد بن عبداللہ
صاحب قرآن ہوں (ﷺ) یہ تیرا باپ بڑا گناہگار تھا لیکن مجھ پر کثرت سے
درود بھیجتا تھا۔ جب اس پر یہ مصیبت نازل ہوئی تو اس کی فریاد کو پہنچا اور میں ہر
اس شخص کی فریاد کو پہنچتا ہوں جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجے ''

[تبلیغی نصاب ص۷۹۱ و فضائل درود شریف ص۱۱۳]

تنبیہ: شعیب بن سعد بن عبدالکافی الحریفیشی الصوفی (متوفی ۸۰۱ھ/توثیق نامعلوم) کی کتاب الروض الفائق فی المواعظ والرقائق غیر مستند و بے سند کتاب ہے۔ دیکھئے کتب حذّر منها العلماء (ج۲ ص۱۹۷ باب: **مسرد عام فيه كتب حوت أخباراً لا يحل لأحو أن ينقل منها حرفاً حتى يثبت ويسأل عنها أو يفحصها، وقال أبو عبيدة مشهور بن حسن آل سلمان: " والأخبار التي فيه عن الجنة والنار وحورا لعين وغير ها غالبها كذب**'' (۲/۱۹۷، ۱۹۸) نیز دیکھئے ''**الالمحنة الحمدية في بيان العقائد السلفية المحمد بن أحمد بن محمد بن عبدالسلام الشقيری** (ص۱۷۱، ۱۷۲)

غیر مستند کتاب روض الفائق کے حوالے سے معلوم ہوا کہ زکریا صاحب کے نزدیک نبی کریم ﷺ ہر کثرت سے درود پڑھنے والے کی فریاد کو پہنچتے ہیں! عبدالرحمٰن بن عبدالسلام بن عبدالرحمٰن الصفوری الشافعی (متوفی ۸۹۴ھ) کی غیر مستند و بے سند کتاب'' **نزهة المجالس و منتخب النفائس عن أخبار الصالحين**'' سے زکریا صاحب کی نقل کردہ ایک اور روایت پڑھ لیں۔

۲۔ زکریا صاحب فرماتے ہیں:

''حافظ ابونعیمؒ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایک
دفعہ باہر جا رہا تھا۔ میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ جب وہ قدم اٹھاتا ہے یا رکھتا
ہے تو یوں کہتا ہے **اللهم صلّى على محمد و علىٰ آلِ محمد** ......

اس نے کہا: میں اپنی ماں کے ساتھ حج کو گیا تھا۔ میری ماں وہیں رہ گئی (یعنی مر گئی) اس کا منہ کالا ہو گیا اور اس کا پیٹ پھول گیا جس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ کوئی بہت بڑا سخت گناہ ہوا ہے۔ اس سے میں نے اللہ جل شانہ کی طرف دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے تو میں نے دیکھا کہ تہامہ (حجاز) سے ایک ابر آیا اس سے ایک آدمی ظاہر ہوا۔ اس نے اپنا مبارک ہاتھ میری ماں کے منہ پر پھیرا جس سے وہ بالکل روشن ہو گیا اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو ورم بالکل جاتا رہا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ کون ہیں کہ میری اور میری ماں کی مصیبت کو آپ نے دور کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تیرا نبی محمد ﷺ ہوں۔ میں نے عرض کیا مجھے کوئی وصیت کیجئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ جب کوئی قدم رکھا کرے یا اٹھایا کرے تو **اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد** پڑھا کر (نزہۃ)''

[تبلیغی نصاب ص۷۹۳،۷۹۴، وفضائل درود شریف ص۱۱۵،۱۱۶]

تنبیہ: محدث دمشق برھان الدین نے اس کتاب (نزھۃ المجالس) کے پڑھنے سے منع کیا ہے اور جلال الدین سیوطی نے اسے پڑھنا حرام قرار دیا ہے (کتب حذر منھا العلماء ج۲ ص۱۹)

اس جھوٹی حکایت (Story) میں زکریا صاحب نے لوگوں کو دو باتیں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

۱۔ نبی ﷺ لوگوں کی مصیبتیں دور کرتے ہیں (معاذ اللہ)

۲۔ زکریا صاحب کے نزدیک...... غیر عورت کے منہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہیں (معاذ اللہ)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''**واللہ مامست ید رسول اللہ** ﷺ **ید امرأۃ قط** ''اللہ کی قسم، رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کسی (غیر) عورت کے ہاتھ کو کبھی نہیں چھوا۔

[صحیح بخاری، کتاب الطلاق باب إذا أسلمت المشرکۃ..ح ۵۲۸۸ وصحیح مسلم، کتاب الإمارۃ باب کیفیۃ بیعۃ النساء ۱۸۶۶/۴۸۳۴]

دوسری روایت میں آیا ہے کہ:

''مامس رسول اللہ ﷺ بیدہ امرأۃ قط ''رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی (غیر) عورت کو نہیں چھوا۔ [صحیح مسلم ۴۸۳۵/۱۸۶۶]

۳۔ زکریا صاحب بطورِ رضامندی بعض اشعار کا ترجمہ لکھتے ہیں:

''رسول خدا نگاہِ کرم فرمایئے اے ختم المرسلین رحم فرمایئے

(۲) آپ یقیناً رحمۃ للعالمین ہیں ہم حرماں نصیبوں اور ناکامانِ قسمت سے آپ کیسے تغافل فرماسکتے ہیں......

(۱۱) عاجزوں کی دستگیری، بیکسوں کی مدد فرمایئے اور مخلص عشاق کی دلجوئی و دلداری کیجئے '' [تبلیغی نصاب ص۸۰۶ وفضائل درود ص۱۴۸]

۴۔ زکریا صاحب بغیر کسی سند وحوالہ کے لکھتے ہیں کہ:

''ایک سید صاحبؒ کا قصہ لکھا ہے کہ بارہ دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں پڑھیں اور پندرہ برس مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی۔ کئی کئی دن ایسے گذر جاتے کہ کوئی چیز چکھنے کی نوبت نہ آتی تھی۔'' [تبلیغی نصاب ص۳۸۴ وفضائل نماز ص۶۸]

۵۔ محدثین کرام رحمہم اللہ اجمعین پر تنقید کرتے ہوئے زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ان محدثین کا ظلم سنو! جیسا کہ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم ظلم برداشت کرتے ہیں'' [تقریر بخاری جلد سوم ص۱۰۴]

۶۔ زکریا صاحب ایک شعر بطور تائید نقل کرتے ہیں کہ:

''دی گئی منصور کو پھانسی ادب کے ترک پر

تھا اناالحق۔حق مگر اک لفظ گستاخانہ تھا''

[ولیٔ کامل از قلم مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی ص۲۴۹]

نیز دیکھئے ص۷۹۔۸۱،ص۱۸۲

۷۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

''جب کسی قبر پر حاضری ہو تو میت کے پاؤں کی طرف سے جائے تا کہ میت کو

اگر حق تعالیٰ شانہٗ آنے والے کا کشف عطا فرمائے تو دیکھنے میں سہولت رہے اس لئے کہ جب میت قبر میں دائیں کروٹ لیٹی ہے تو اس کی نظر قدموں کی طرف ہوتی ہے اگر کوئی سرہانے کی جانب سے آئے تو میت کو دیکھنے میں تعَب اور مشقت ہوتی ہے (فتح القدیر)......''

[فضائل حج ص ۹۱۵ نویں فصل آداب زیارت میں، فقرہ نمبر: ۲۷]

۸۔ زکریا صاحب فرماتے ہیں کہ:

''اور بعض بزرگوں سے نقل کیا گیا کہ بہت سے لوگ خراسان میں رہنے والے مکہ سے تعلق کے اعتبار سے بعض ان لوگوں سے قریب ہیں جو طواف کررہے ہوں، بلکہ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ خود کعبہ ان کی زیارت کو جاتا ہے''

[فضائل حج ص ۸۸۵]

۹۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

''سید احمد رفاعیؒ مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں ہیں، ان کا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ میں حج سے فارغ ہوکر زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے مقابل کھڑے ہوئے تو یہ دو شعر پڑھے ؎

......ترجمہ: دوری کی حالت میں میں اپنی روح کو خدمت اقدس بھیجا کرتا تھا وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارک چومتی تھی، اب جسموں کی حاضری کی باری آئی ہے اپنا دستِ مبارک عطا کیجئے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں۔

اس پر قبر شریف سے دستِ مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما (الحاوی للسیوطی) کہا جاتا ہے کہ اس وقت تقریباً نوے ہزار کا مجمع مسجد نبویؐ میں تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضورؐ کے دست مبارک کی زیارت کی جن میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نوراللہ مرقدہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے (البنیان المشید)''

[فضائل حج ص۱۴۰،۹۴۱ واللفظ لہ تبلیغی نصاب ص۸۰۳ فضائل درود ص۱۲۵]

دیکھئے الحاوی (ج۲ص۲۶۱ تنویر الملک فی امکان رؤیۃ النبی والملک، [مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، لبنان]

الحاوی للسیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) میں یہ واقعہ بغیر کسی سند اور حوالے کے مذکور ہے۔!

''البنیان المشید'' کا حوالہ غیر معتبر اور بے سند ہے۔

۱۰۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

''یوسف بن علی کہتے ہیں کہ ایک ہاشمی عورت مدینہ طیبہ میں رہتی تھی، اور بعض خدام اس کو ستایا کرتے تھے وہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں فریاد لے کر حاضر ہوئی تو روضۂ شریفہ سے یہ آواز آئی اَمَالَکِ فِیَّ اُسوۃٌ فَاصبِرِي کَمَا صَبَرْتُ اَوْ نَحْوَ ھٰذَا ''کیا تیرے لئے میرے اتباع میں رغبت نہیں جس طرح میں نے صبر کیا تو بھی صبر کر'' وہ عورت کہتی ہیں کہ اس آواز کے بعد جس قدر کوفت مجھے تھی وہ سب جاتی رہی اور وہ تینوں خادم جو مجھے ستایا کرتے تھے مر گئے (الحاوی)'' [فضائل حج ص۱۴۱]

یہ واقعہ الحاوی للسیوطی (۲/۲۶۱) میں بحوالہ ''عن امرأۃ ھا شمیۃ'' کی سند سے ہے لیکن سیوطی صاحب نے اس ہاشمی عورت/ راویہ قصہ کا بلحاظ جرح وتعدیل تعارف نہیں کروایا لہذا یہ واقع غیر ثابت اور مردود ہے۔

۱۱۔ زکریا صاحب فرماتے ہیں کہ:

''شیخ ابو یعقوب سنوسیؒ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرید آیا اور کہنے لگا کہ میں کل کو ظہر کے وقت مر جاؤں گا۔ چنانچہ دوسرے دن ظہر کے وقت مسجد حرام میں آیا، طواف کیا اور تھوڑی دور جا کر مر گیا۔ میں نے اس کو غسل دیا اور دفن کیا جب میں نے اس کو قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا کہ مرنے کے بعد بھی زندگی ہے کہنے لگا کہ میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی رہتا ہے (روض)'' [فضائل صدقات ص۶۲۰ حصہ دوم ص۳۰۰]

الروضۃ الفائق غیر مستند و بے سند کتاب ہے۔ دیکھئے ص ۱۲۸

۱۲۔ زکریا صاحب قصہ گوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرید کو غسل دیا۔اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا کہ میرا انگوٹھا چھوڑ دے، مجھے معلوم ہے کہ تو مرا نہیں ہے۔ یہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال ہے،اس نے میرا انگوٹھا چھوڑ دیا۔

شیخ ابن الجلاؒ مشہور بزرگ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد کا انتقال ہوا اور ان کو نہلانے کے لئے تختہ پر رکھا تو وہ ہنسنے لگے۔نہلانے والے چھوڑ کر چل دیئے۔ کسی کی ہمت ان کو نہلانے کی نہ پڑتی تھی۔ایک اور بزرگ ان کے رفیق آئے انہوں نے غسل دیا (روض)'' [فضائل صدقات ص ۶۶۰]

یہ بے سند و بے اصل قصے بحوالہ ''روض'' وغیرہ جناب زکریا صاحب کی تحریروں میں بکثرت بکھرے ہوئے ہیں۔

زکریا صاحب اور اکابر پرستی

اپنے ایک دیوبندی سائل کو جواب دیتے ہوئے زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

''آپ نے لکھا ہے کہ صرف قرآن، حدیث اور فقہ سے ثبوت ہو ورنہ صرف علماء کے اقوال ہرگز نہ مانے جائیں گے۔اس کے متعلق عرض ہے کہ آپ جیسے علامہ کو تو یہ حق ہوسکتا ہے کہ علماء کے اقوال کو ہرگز نہ مانیں لیکن مجھ جیسے کم علم کے لئے تو سب اہل حق معتمد علماء کا قول حجت ہے میں علماء کے قول کو نہ مان کر کیسے زندگی گزار سکتا ہوں۔ مجھ میں اتنی استعداد ہی نہیں کہ براہ راست قرآن و حدیث سے ہر مسئلہ پر استدلال کر کے عمل کروں۔''

[کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات ص ۱۳۳، ۱۳۴]

نبی کریم ﷺ کی گستاخیاں کرنے والے دیوبندی اکابر کے بارے میں زکریا صاحب صاف

صاف لکھتے ہیں کہ:

''بہرحال یہ ناکارہ ان اکابر کا بالکل متبع ہے''

[مکاتیب شیخ الحدیث بنام عبدالجلیل، ترتیب سید نفیس الحسینی ص ۱۵۰]

زکریا صاحب اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''تاکہ طلباء کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس ناکارہ کے خیالات میں جو جمود اور تنگ نظری ہے وہ بڑی تنبیہات کے بعد پیدا ہوئی ہے''

[آپ بیتی تنقید برسوانح یوسفی/ ولی کامل ص ۲]

زکریا صاحب اپنے دو بزرگوں حسین احمد مدنی دیوبندی اور رائے پوری دیوبندی کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

''میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ دونوں کی جوتیوں کی خاک اپنے سر پر ڈالنا باعثِ نجات اور فخر اور موجب عزت سمجھتا ہوں۔'' [آپ بیتی ج ۱ ص ۴۵۹]

زکریا صاحب کی طرح ایک دوسرے دیوبندی عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں کہ:

''واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پاؤں دھو کر پینا نجات اُخروی کا سبب ہے''

[تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۱۳]

زکریا صاحب اور موضوع روایات

۱۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کی تھی۔

[المعجم الصغیر للطبرانی ۲/ ۸۲، ۸۳ ح ۱۰۰۵ والأوسط ۷/ ۲۵۹ ح ۶۴۹۸، المستدرک للحاکم ۲/ ۶۱۵ ح ۴۲۲۸، دلائل النبوۃ للبیہقی ۵/ ۴۸۸، ۴۸۹، تاریخ دمشق لابن عساکر ۷/ ۳۰۹]

یہ روایت دلائل النبوہ لأبی نعیم الأصبھانی میں مجھے نہیں ملی۔ واللہ اعلم

اس روایت کا ایک راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سخت ضعیف ہے دیکھئے تہذیب الکمال وکتاب الضعفاء للبخاری (۲۰۸) وتحفۃ الأقویاء لراقم الحروف (ص ۶۵)

حاکم صاحب المستدرک فرماتے ہیں کہ:

''روی عن أبیه أحادیث موضوعة'' إلخ اس نے اپنے والد سے موضوع احادیث بیان کی ہیں۔ [المدخل إلی الصحیح ص۱۵۴ ت۹۷]

عبدالرحمٰن بن زید تک ایک سند میں عبداللہ بن مسلم الفہری اور دوسری سند میں عبداللہ بن إسماعیل المدنی ہیں، یہ دونوں مجہول ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے۔ [الضعیفۃ للالبانی ۱/۳۸۔۴۷ ح ۲۵ وقالہ الذہبی فی تلخیص المستدرک ۲،۶۱۵]

حاکم کا اسے صحیح کہنا خود ان کی عبدالرحمٰن بن زید مذکور پر شدید جرح کی وجہ سے مردود ہے۔ یہ موضوع روایت زکریا صاحب کتب مذکورہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ:

''ویؤید الاخر الحدیث المشهور لو لاک لما خلقت الافلاک قال القاري فی الموضوعات الکبیر موضوع لکن معناه صحیح'' یعنی اس کی تائید دوسری مشہور حدیث کو لَولَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ کرتی ہے، جس کے بارے میں (ملا علی) قاری نے کہا ہے کہ یہ (حدیث) موضوع ہے لیکن اس کا معنیٰ صحیح ہے۔

[تبلیغی نصاب ص۵۸۹ وفضائل ذکر ص۱۱۱]

موضوع روایت کی تائید موضوع روایت سے کرنے کے بعد زکریا صاحب لکھتے ہیں:

'' ویؤید الاول ماورد فی غیر روایة من أنه مکتوب علی العرش وأوراق الجنة لاإله إلاالله محمد رسول الله...'' [ایضاً ص۵۸۹]

یہ مکتوب علی العرش والی سب روایتیں موضوع ہیں دیکھئے اللآلی المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ للسیوطی۔ [۱/۲۹۷، ۲۹۹]

تنبیہ: مشہور تابعی اور مفسر قرآن قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

آدم علیہ السلام نے ﴿ربنا ظلمنا انفسنا سکتة وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخٰسرین﴾ کے ذریعے دعا مانگی تھی۔ [تفسیر عبدالرزاق ۱/۶۷ ح ۴۵ وسندہ صحیح]

یہی بات (عبدالرحمٰن) بن زید (بن اسلم) نے کہی ہے!!

[تفسیر طبری ج ۱ص ۱۹۳ وسندہ صحیح اِلی عبدالرحمٰن بن زید بن اُسلم]

معلوم ہوا کہ ابن زید مذکور زکریا صاحب کی لکھی ہوئی موضوع روایت سے بذاتِ خود بری ہے۔

۲۔ زکریا صاحب بغیر کسی حوالے کے لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں حضور اقدسؐ رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے کو رسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں۔اس پر طٰهٰ ما انز لنا علیک القر آن لتسقیٰ نازل ہوئی''

[تبلیغی نصاب ص ۳۹۸ وفضائل نماز ص ۸۲]

یہ روایت درمنثور میں بحوالہ ابن عساکر مذکور ہے (ج ۴ ص ۲۸۸)

تاریخ دمشق لابن عساکر میں یہ روایت بسند: **عبدالوهاب بن مجاهد عن أبيه عن ابن عباس إلخ** موجود ہے (ج ۴ ص ۹۹، ۱۰۰)

اس روایت کے راوی عبدالوہاب بن مجاہد کے بارے میں حاکم نیسابوری نے لکھا ہے کہ:

''**عبدالوهاب بن مجاهد بن جبر المكي، يروي عن أبيه أحاديث موضوعة**'' یعنی وہ اپنے باپ (مجاہد) سے موضوع حدیثیں بیان کرتا تھا۔

[المدخل اِلی الصحیح ص ۱۷۳ ت ۱۳۵]

حافظ ابن حجر نے کہا:

''**متروک وقد كذبه الثوری**'' متروک ہے اور اسے (سفیان) ثوری نے کذاب کہا ہے۔ [تقریب التہذیب: ۴۲۶۳]

احمد بن حنبل نے کہا:

''**:ناوكيع: كانوا يقولون: إن عبدالوهاب بن مجاهد لم يسمع من أبيــه**'' (امام) وکیع (بن الجرح) نے ہمیں بتایا: لوگ یہ کہتے تھے کہ عبدالوہاب نے اپنے باپ سے نہیں سنا۔ [الجرح والتعدیل ج ۶ ص ۷۰ وسندہ صحیح]

معلوم ہوا کہ یہ روایت موضوع و منقطع ہے جسے زکریا کاندھلوی اور سیوطی صاحبان نے سند حذف کر کے بغیر کسی جرح کے پیش کیا ہے۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون**

اس موضوع روایت کی تردید کے لئے وہ صحیح حدیث ہی کافی ہے جس میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے اس رسی کے کھولنے کا حکم دیا تھا جسے زینب رضی اللہ عنہا نے دورانِ عبادت سہارا لینے کے لئے باندھا تھا۔ دیکھئے صحیح البخاری ، کتاب التہجد باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ (ح ۱۱۵۰) وصحیح مسلم (ح۷۸۴)

۳۔ احمد الرومی (متوفی ۱۶۳۰ء) کی غیر مستند کتاب ''**مجالس الأبرار ومسالک الأخیار**'' سے زکریا صاحب نقل کرتے ہیں کہ:

> ''**روی أنه علیه الصلوٰة والسلام قال: من ترک الصلوٰة حتی مضی وقتها ثم قضی عذّب فی النار حقباً والحقب ثمانون سنة والسنة ثلاثمائة وستون یوماً، کل یوم کان مقداره ألف سنة**''
>
> حضور ﷺ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کر دے گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا اور حقب کی مقدار اسی ۸۰ برس کی ہوتی ہے اور ایک برس تین سو ساٹھ دن کا اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار برس کی برابر ہوگا (اس حساب سے ایک حقب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس ہوئی......'' [تبلیغی نصاب ص۳۵۵ وفضائل نماز ص۳۹]

یہ روایت لکھنے کے بعد، عربی زبان میں زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''**کذا فی مجالس الأبرار ، قلت: لم أجده فیما عندي من کتب الحدیث إلا أن مجالس الأبرار مدحه شیخ مشائخنا الشاه عبدالعزیز الدهلوی**ؒ......'' [تبلیغی نصاب ص۳۵۵]

ترجمہ از ناقل: اسی طرح مجالس الابرار میں لکھا ہوا ہے، میں نے کہا: مجھے یہ روایت اپنے پاس

حدیث کی کتابوں میں نہیں ملی، لیکن مجالس الابرار (نامی کتاب) کی تعریف ہمارے استادوں کے استاد شاہ عبدالعزیز دہلوی نے کی ہے۔!

قارئین کرام غور فرمائیں، کہ کس طرح ایک بے اصل و بے سند روایت کو شاہ عبدالعزیز دہلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ) کا رعب جما کر لوگوں کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔!

مختصر یہ کہ بہت سی بے اصل و موضوع روایات کو زکریا صاحب نے احادیث قرار دے کر لاعلم عوام کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

ایک دیوبندی کا عبرت ناک خط، زکریا صاحب کے نام

ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے زکریا صاحب کے نام ایک غالی دیوبندی کا خط پیش کرتے ہیں، جسے خود زکریا صاحب نے نقل کر کے جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

مکہ مکرمہ سے ایک تبلیغی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حضرت مولانا الحاج محمد زکریا صاحب، مدرس اول مدرسہ مظاہر علوم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں اس وقت حرم محترم میں ہوں۔ چونکہ جناب نے فضائل حج میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام فجر کی نماز مکہ معظمہ میں حرم شریف میں پڑھتے ہیں اور اشراق کی نماز تک رکن شامی پر رہتے ہیں۔ جب رکن شامی پر بعد نماز صبح میں نے جا کر دیکھا تو چند ڈاڑھی منڈے حطیم میں اور رکن شامی پر پائے گئے۔ ممکن ہے مکہ شریف والوں کی صحبت میں حضرت خضر علیہ السلام نے ڈاڑھی منڈوا دی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے ان کو نہیں پہچانا۔ ورنہ فضائل حج کی روایت گویا قرآن کی آیت ہے۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔

فضائل حج میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ بیت اللہ شریف کے دروازے کی چوکھٹ اور کواڑ فلاں سنہ میں ابن سعود نے تبدیل کرائے ہیں۔ صرف کواڑ تبدیل

ہوئے ہیں۔ میں اس وقت بھی موجود تھا۔ آپ نے آنکھیں بند کر کے چوکھٹ کا تبدیل ہونا بھی لکھ دیا۔ حالانکہ پرانی چوکھٹ اب تک موجود ہے۔

فضائل حج کیا ہے ایک غلط باتوں کا خزانہ ہے جو آنکھ بند کر کے تصنیف کی گئی ہے اور کسی کسی جگہ وفاء الوفاء کے حوالہ دے کر ہمارے حضرت شیخ الحدیث بری ہو گئے۔ نیز فضائل حج میں ہے کہ سید احمد رفاعی جب مدینہ پہنچے تو مسجد نبوی میں قبر شریف سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک باہر نکلا، اس وقت تقریباً نوے (۹۰) ہزار آدمیوں کا مجمع تھا، جس میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بھی موجود تھے۔ دست مبارک کا قبر اطہر سے سید احمد رفاعی کے واسطے نکلنا عجیب و غریب بات ہے۔ صحابہ کرام کے واسطے کبھی ثابت نہیں، دوسروں کے واسطے وہ اس قدر سستا ہو گیا۔ وہ کرامت جن کا کوئی ثبوت ہو ان سے تو انکار نہیں لیکن بلا دلیل اور بلا ثبوت باتوں سے کتاب بھر دینا مناسب نہیں ہے۔

نیز فضائل حج میں یہ بھی ہے کہ ایک آدمی مدینہ منورہ کی زیارت کو گیا، بھوکا ہوں، یہ کہہ کر مسجد نبوی میں ایک جگہ بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد نیند آ گئی، غنودگی ہو گئی، دیکھا کہ جناب نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ایک روٹی لا کر دی اور فرمایا اسے کھا لو، نصف کھانے پایا تھا کہ آنکھ کھل گئی اور نصف روٹی ہاتھ میں موجود تھی۔ دراصل فضائل حج کیا ہے عقائد غلط کرنے والی کتاب ہے جو اس بات کی تعلیم دیتی ہے کہ اللہ کے سوا رسول اللہ ﷺ سے مانگا جائے، **نعوذ باللّٰہ**

تصانیف حضرات اکابر علماء دیوبند کی بھی ہیں۔ مگر آپ کی تصانیف کا عجیب رنگ ہے کہ شرک کی تعلیم ہوتی ہے۔ حضرت مولانا تھانویؒ، حضرت مولانا گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ، مولانا ولی اللہ صاحبؒ وغیرہ نے بھی کتابیں تحریر فرمائی ہیں مگر شرک و بدعات کی تعلیم نہیں دی بلکہ ان کو مٹایا ہے۔ میں نے کچھ تعلیم دیوبند میں بھی پائی ہے۔ حنفی ہوں غیر مقلد بے ادب نہیں ہوں اور بدعتی بھی نہیں

ہوں۔ کسی کسی جگہ کی عبارت سے علم غیب ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض لوگوں کو خواب میں یہ فرمایا کہ تم نے میری اولاد کے ساتھ ہمدردی کی۔ اس لئے تمہارے واسطے یہ ہدیہ اور بدلہ ہے۔ غور فرمائیے کہ کسی آدمی نے اگر خیرات کی تو رسول اللہ ﷺ کو کس طرح معلوم ہوا جو خواب میں آ کر تعریف فرمادی۔ یہاں الحمدللہ تبلیغی کام خوب ہو رہا ہے مگر جماعت میں آپس میں اکرام مسلم کی کمی ہے۔ ہاں الحمدللہ خلوص بہت ہے۔ فقط از مکہ مکرمہ یکم ستمبر ۱۹۵۰ء''

[کتب فضائل پر اشکالات اوران کے جوابات ص۱۲۶ تا۱۲۸]

تنبیہ (۱): دیوبند کے پڑھے ہوئے اس دیوبندی متعلم کے خط پر زکریا صاحب نے سخت غصہ فرمایا ہے اور غلط و مردود جواب دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ تاہم اس خط سے ظاہر ہے کہ دیوبندی حضرات کو بھی زکریا صاحب کے عقائد اور کتابوں پر سخت اعتراضات ہیں اور وہ ان کتابوں کو شرک کی تعلیم کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

تنبیہ (۲): نبی خضر علیہ السلام کے بارے میں صحیح تحقیق صرف یہی ہے کہ وہ آخر الانبیاء محمد ﷺ سے بہت پہلے فوت ہو گئے ہیں دیکھئے المنار المنیف فی الصحیح والضعیف لابن القیم ص۶۷ تا۷۶۔

تنبیہ (۳): مراسلہ نگار کا یہ لکھنا کہ ''ڈاڑھی منڈوا دی ہو'' سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ یہ جملہ بطور طنز لکھا گیا ہے۔

تنبیہ (۴): وفاء الوفاء یہ نورالدین علی بن احمد السمہودی (متوفی ۹۱۱ھ) کی بے سند و غیر معتبر کتاب ہے اس کتاب کا ذکر حاجی خلیفہ چلپی نے کشف الظنون میں کیا ہے (ج۲ ص۲۰۱۶)

تنبیہ (۵): ''نصف روٹی ہاتھ میں موجود تھی'' کے لئے دیکھئے فضائل حج ص۹۳۷، ۹۳۸ (۱۶۳، ۱۶۴) و ص۹۴۴ (۱۷۰)

تنبیہ (۶): اکابر علماء دیوبند کی کتابوں میں شرک و بدعت، وحدت الوجود اور گمراہیاں سب کچھ موجود ہے جیسا کہ ہماری اس کتاب ''اکاذیب آلِ دیوبند'' میں باحوالہ ثابت کر دیا گیا ہے۔

تنبیہ (۷): تقلید نہ کرنے والے اہلِ حدیث: قرآن وحدیث واجماع کو آثار سلف صالحین کی

روشنی میں سمجھتے ہیں۔ یہ باادب ہوتے ہیں، بے ادب نہیں ہوتے، سنی ہوتے ہیں، بدعتی نہیں ہوتے۔محمد امجد علی بریلوی رضاخانی نے اہلِ حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ:''وہ چند باتیں جوحال میں وہابیہ نے اللہ عزوجل اور نبی ﷺ کی شان میں بکی ہیں غیر مقلدین سے ثابت نہیں...''(بہارشریعت حصہ اول ص ۳۷)

تنبیہ(۸): دیوبندی تبلیغی جماعت پر رد کے لئے دیکھئے شیخ حمود بن عبداللہ التویجری (حنبلی) کی کتاب'' **القول البليغ في التحذير من جماعة التبليغ** ''اور عرب علماء کی کتاب '' **كشف الستار عماتحمله بعض الدعوات من أخطار** ''

چندنوادرالنوادر

زکریا صاحب بغیر کسی حوالے کے شیخ احمد عبدالحق ردولوی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''پھرایک زمانہ میں آپ نے شادی کی اولاد بھی ہوئی مگراولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔ جو بچہ پیدا ہوتا تھا وہ تین مرتبہ حق حق کہہ کر مر جاتا تھا۔ایک مرتبہ آپ کی اہلیہ محترمہ اس رنج کی وجہ سے کہ اولاد نہیں جیتی آپ کے سامنے روئیں۔آپ نے فرمایا کہ اچھا اب بچہ پیدا ہوگا وہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ پھر جو بچہ پیدا ہوا اس نے حق حق نہیں کہا اور وہ زندہ رہا۔'' [تاریخ مشائخ چشت ص۱۸۸،۱۸۹]

تنبیہ: نیز دیکھئے اشرف علی تھانوی دیوبندی کی کتاب ''قصص الاکابر'' ص۱۰

زکریا صاحب ارشادفرماتے ہیں کہ:

''بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ جو کچھ پہلی کتابوں میں تھا وہ سب کلامِ پاک میں آ گیا اور جو کلامِ پاک میں ہے وہ سب سورہ فاتحہ میں آ گیا اور جو کچھ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں آ گیا اور جو بسم اللہ میں ہے وہ اس کی ب میں آ گیا۔اس کی شرح بتلاتے ہیں کہ ب کے معنی اس جگہ ملانے کے ہیں اور مقصود سب چیز سے بندہ کا اللہ جل شانہٗ کے ساتھ ملا دینا ہے۔بعض نے اس کے آگے اضافہ کیا ہے کہ ب

میں جو کچھ ہے وہ اس کے نقطہ میں آ گیا یعنی وحدانیت کہ نقطہ اصطلاح میں کہتے ہیں اس چیز کو جس کی تقسیم نہ ہو سکتی ہو۔'' [تبلیغی نصاب ص۲۹۰ وفضائلِ قرآن ص۵۶]

زکریا صاحب لکھتے ہیں کہ: ''حضورؐ کے فضلات، پاخانہ، پیشاب، وغیرہ سب پاک ہیں۔''

[تبلیغی نصاب ص۱۸۵ وحکایاتِ صحابہ ص۱۸۵، حضرت ابن زبیرؓ کا خون پینا]

اس عقیدے کی تائید والی روایات کے بارے میں عبدالسلام دیوبندی اپنے دیوبندی مدرسہ ''اشاعت القرآن'' حضرو، لکھتے ہیں کہ: ''یہ روایات ضعیف ہیں... جو صحیح کہتا ہے، اس کی سند بتائے۔'' [تحریر ۳ شوال المکرّم ۱۴۱۹ھ، عبدالسلام بقلم خود]

رشید احمد لدھیانوی صاحب کا جھوٹ (۱۷)

رشید احمد لدھیانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حدیث عمرو بن شعیب، محدثین میں سند **عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده** کی تضعیف اور اس کا نا قابل قبول ہونا مشہور و معروف ہے، عمرو بن شعیب اگرچہ فی نفسہ ثقہ ہیں مگر جب وہ **عن ابیه عن جده** روایت کرتے ہیں تو یہ بالاتفاق قابل قبول نہیں، اس لئے کہ ان کو اپنے والد سے سماع حاصل نہیں بلکہ وہ کتاب سے نقل کرتے ہیں،...'' [احسن الفتاویٰ ج۳ ص۱۵۵ ونیل المرام ص۵۱]

لدھیانوی صاحب کے دعوی اتفاق کے سراسر برعکس عبدالرشید نعمانی (دیوبندی) لکھتے ہیں کہ:

''اکثر محدثین عمرو بن شعیب کی ان حدیثوں کو حجت مانتے ہیں اور صحیح سمجھتے ہیں۔'' [ابن ماجہ اور علم حدیث ص۱۴۱]

حافظ منذری فرماتے ہیں کہ:

''**فيه كلام طويل فالجمهور على توثيقه وعلى الاحتجاج بروايته عن أبيه عن جده** ''اس میں لمبی بحث ہے۔ جمہور آپ کو ثقہ کہتے ہیں اور آپ کی عن ابیہ عن جدہ والی روایت کو حجت سمجھتے ہیں۔ [الترغیب والترھیب ج۴ ص۵۷۶]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''ائمہ اسلام اور جمہور علماء کے نزدیک اگر عمرو بن شعیب تک سند صحیح ہو تو اس کی عن ابیہ عن جدہ والی روایت حجت ہوتی ہے۔'' [مجموع فتاویٰ ج ۱۸ص ۸]

نیز دیکھئے نصب الرایہ للزیلعی (۵۸/۱) و معارف السنن لمحمد یوسف البنوری الدیوبندی (۳۱۵/۳) ومحاسن الاصطلاح شرح مقدمہ ابن الصلاح للبلقینی (ص ۴۸۱)

رشید احمد صاحب کا دوسرا جھوٹ (۱۸)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ:

'' ما كان رسول الله ﷺ يزيد في رمضان ولا في غيره'' إلخ

(یعنی رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے)

اس حدیث کے بارے میں رشید احمد لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو تراویح کے باب میں ذکر نہیں فرمایا''

[احسن الفتاویٰ ج ۳ص ۵۳۰]

عرض ہے کہ اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''كتاب الصوم ... كتاب التراويح ... باب فضل من قام رمضان''

[عمدۃ القاری للعینی ج ۱۱ص ۱۲۴ وفتح الباری ج ۴ص ۲۵۰ وارشاد الساری للقسطلانی ج ۳ص ۴۲۴]

نیز دیکھئے ہامش درسی نسخہ (ج ۱ص ۲۶۹ح ۲۰۱۳)

امام بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث کو درج ذیل باب میں لائے ہیں:

'' باب ماروي في عدد ركعات القيام في شهر مضان''

[السنن الکبریٰ ج ۲ص ۴۹۵، ۴۹۶]

عبدالحئی لکھنوی صاحب لکھتے ہیں کہ: **'' قوله، قيام شهر رمضان و يسمى التراويح ''**

[موطا الشیبانی ص ۱۴۱]

معلوم ہوا کہ محدثین کرام اس حدیث کو تراویح (قیام رمضان) کے باب میں بھی لائے ہیں۔

رشید احمد لدھیانوی کا تعارف

نام: (مفتی) رشید احمد (رشید ثانی) بن محمد سلیم

ولادت: ۳صفر ۱۳۴۱ھ بمطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۲۲ء

وفات:

شیوخ: محمد خلیل بن محمد سلیم، حسین احمد مدنی ٹانڈوی، محمد ابراہیم بلیاوی، مفتی محمد شفیع، محمد ادریس کاندہلوی، اعزاز علی امروہوی

پیر: حسین احمد مدنی صاحب سے بیعت ہوئے (احسن الفتاویٰ، تذکرۃ المؤلف ص۱۳ ج۱) بعد میں پھولپوری سے بیعت کی اور صوفیانہ خلافت حاصل کی۔

تصانیف: احسن الفتاویٰ (کئی جلدیں)، ارشادالقاری الی صحیح البخاری، رسائل الرشید، رفع الحجاب عن حکم الغراب (یہ کتاب: ''کوے کی حرمت پر ایک رسالہ کا جواب'' ہے۔)

رفع الحجاب نامی رسالے میں مفتی رشید احمد صاحب نے محمد تقی عثمانی صاحب (دیوبندی) سے نقل کیا ہے کہ:

''اوران سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر خلط کرنے والا کوا حلال ہے خواہ وہ موذی ہو یا نہ ہو اور یہی فیصلہ ہمارے اکابر مثلاً حضرت مولانا گنگوہی وغیرہ سے منقول ہے۔'' [احسن الفتاویٰ ج۷ ص۴۵۵ و رفع الحجاب ص۱۷]

رشید احمد صاحب کے عقائد ونظریات

ایک مشہور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''**من أدرک من الصبح رکعة قبل أن تطلع الشمس فقد أدرک الصبح**'' جس نے صبح سورج کے طلوع سے پہلے ایک رکعت پالی تو اس نے صبح (کی نماز) پالی۔

[صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوۃ باب من اُدرک من الفجر رکعۃ ح ۵۷۹ وصحیح مسلم: ۶۰۸]

اس حدیث کو فقہ حنفی والے حضرات قیاس کی وجہ سے رد کر دیتے ہیں۔ اسی سلسلے میں رشید احمد لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''غرض یہ کہ یہ مسئلہ اب تک تشنۂ تحقیق ہے۔ معہذا ہمارا فتویٰ اور عمل قول امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق ہی رہے گا اس لئے کہ ہم امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں اور مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلۂ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفۂ مجتہد ہے۔'' [ارشاد القاری ص ۴۱۲، نیز دیکھئے احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۳۱]

رشید احمد صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

''توسیع مجال کی خاطر اہلِ بدعت فقہ حنفی کو چھوڑ کر قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہیں اور ارخاء عنان کے لئے ہم بھی یہ طرز قبول کر لیتے ہیں ورنہ مقلد کے لئے صرف قولِ امام ہی حجت ہوتا ہے۔'' [ارشاد القاری ص ۲۸۸]

رشید احمد لدھیانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''یہ بحث تبرعاً لکھ دی ہے ورنہ رجوع الی الحدیث وظیفۂ مقلد نہیں،''

[احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۰]

تبرعا: برائے ثواب، ازخود [القاموس الوحید ص ۱۶۰]

وظیفہ: فرض منصبی.... [القاموس الوحید ص ۱۸۶۹]

دوسری جگہ رشید احمد صاحب اعلان کرتے ہیں کہ:

''رجوع الی الحدیث مقلد کا وظیفہ نہیں'' [احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۵]

رشید احمد صاحب کا ایک فقہی مسئلہ بھی سن لیں، فرماتے ہیں کہ:

''کتے کے بدن کی چھینٹیں پاک ہیں'' [احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۸۶]

دوسرا رخ

اب مفتی رشید احمد صاحب کے چندوہ حوالے پیش خدمت ہیں جنہیں عام دیوبندی حضرات نہیں مانتے۔ مفتی رشید احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

''تقریباً دوسری تیسری صدی ہجری میں اہل حق میں فروعی اور جزئی مسائل کے حل کرنے میں اختلاف انظار کے پیش نظر پانچ مکاتب فکر قائم ہو گئے یعنی مذاہب اربعہ اور اہلِ حدیث۔ اس زمانے سے لے کر آج تک انہی پانچ طریقوں میں حق کو منحصر سمجھا جاتا رہا۔''

[احسن الفتاویٰ ج ا ص ۳۱۶ مودودی صاحب اور تخریب اسلام ص ۲۰]

معلوم ہوا کہ مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب کے نزدیک، مذاہب اربعہ سے علیحدہ اہل حدیث کا وجودِ مسعود ۱۰۱ھ یا ۲۰۱ھ سے روئے زمین پر موجود ہے۔

(۲) مفتی رشید احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

''مگر دنیا میں صرف غیر مقلدین ہی کا فرقہ ایسا ہے جس کے افراد میں اختلاف رائے نہیں پایا جاتا، ان کے کسی بڑے نے ایک بات کہدی اور دوسرے تمام غیر مقلدین نے اسے بلا چون وچرا تسلیم کرلیا۔''

[احسن الفتاویٰ ج ا ص ۴۰۷، ۴۰۸، السبک الفرید ص ۵، ۶]

(۳) مفتی رشید احمد صاحب فرماتے ہیں کہ:

''حالانکہ امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری''

[احسن الفتاوی ج ا ص ۳۱۵، مودودی صاحب اور تخریب اسلام ص ۱۹]

(۴) رشید احمد لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''تعزیت کی دعاء میں ہاتھ اٹھانا بدعت ہے، فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم''

[احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۴۵]

تعزیت کی دعا میں ہاتھ اٹھانے کے بدعت ہونے پر دیگر دیوبندی فتاویٰ کے لئے دیکھئے نعیم الدین دیوبندی، فاضل جامعہ مدنیہ لاہور کی کتاب ''رجل رشید'' ص ۱۶۸ تا ۱۷۳

(۵) رشید احمد لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حاصل کلام:

زبدۃ الکلمات مع ضمیمہ میں مندرجہ تحقیقات کا حاصل یہ ہے:

(۱) نماز کے بعد اجتماعی دعا کا مروجہ طریقہ بالا جماع بدعت قبیحہ شنیعہ ہے۔

(۲) دعا بعد الفرائض میں رفع یدین نہیں، الا ان یدعوا احیاناً لحاجۃ خاصۃ

(۳) امام مالک وامام طرطوشی اور ان دونوں کے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر نماز کے بعد فارغ ہوتے ہی فوراً امام کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا لازم ہے۔

(۴) عند الاحناف رحمہم اللہ تعالیٰ بھی امام کا فجر وعصر کے سوا نماز کے بعد تین بار استغفار اور دعا اللھم انت السلام الخ سے زیادہ دیر بیٹھنا مکروہ ہے، اس دعا میں نہ رفع یدین ہے نہ اجتماعیت، امام ومقتدی ہر شخص بلا رفع یدین سراً انفراداً یہ مختصر سی دعا مانگ کر سنتوں میں مشغول ہو جائے۔

فجر وعصر کے بعد بیٹھنا اس شرط سے جائز ہے کہ اوراد وادعیہ میں امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی رابطہ نہ رہے، نماز کے بعد کی دعا میں اجتماعیت بدعت ہے، امام ہو یا مقتدی ہر شخص اپنے طور پر انفراداً سراً بلا رفع یدین دعا مانگے، فرض کے بعد کی دعا میں رفع یدین نہیں، البتہ کبھی کبھار کسی خاص ضرورت سے کوئی دعا مانگنا چاہے تو رفع یدین کر سکتا ہے مگر دوسروں کے سامنے التزام نہ کرے تاکہ کسی کو فرض کے بعد کی دعا میں رفع یدین کے مسنون ہونے کا شبہہ نہ ہو۔

(۵) نوافل کے بعد انفراداً ہاتھ اٹھا کر طویل دعا مسنون ہے۔

(٦) دعا کے لئے اجتماع بدعت ہے، البتہ کسی دوسرے مقصد کے لئے اجتماع ہو تو اس میں اجتماعی دعا جائز ہے۔'' [احسن الفتاویٰ ج ۱۰ص_ نمازوں کے بعد دعاء ص ۱۹، ۲۰]

رشید احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

''کیونکہ سکتات امام کے وقت نماز جہری میں ہم مقتدی کی قراءت کو جائز کہتے ہیں''

[احسن الفتاویٰ ج۳ص۱۸۴]

رشید احمد صاحب مزید فرماتے ہیں کہ:

''اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام کے پیچھے قراءت فاتحہ لازم نہیں جو پڑھنا چاہے وہ پڑھ سکتا ہے اور ہم حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایتوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی اپنے دل میں سورۂ فاتحہ پڑھ لیا کرے یا امام کے سکتہ میں پڑھ لے اور اس کو کوئی بھی منع نہیں کرتا۔'' [احسن الفتاویٰ ۱۹۸/۳]

(۶) رشید احمد صاحب فرماتے ہیں کہ:

''جواب تو ہر شخص ہر دلیل کا دے سکتا ہے یہ کیا ضرور ہے کہ ہر جواب صحیح ہو۔''

[احسن الفتاویٰ ۲۲۷/۳، فاتحہ الکلام ص ۶۵]

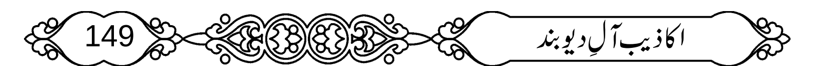
تبلیغی جماعت (دیوبندی) والے لوگوں کو یہ بتاتے رہتے ہیں کہ تبلیغ کے ساتھ جانے کی وجہ سے ایک نماز کا ثواب انچاس کروڑ نمازوں کے ثواب کے برابر ہوتا ہے۔ مفتی رشید احمد لدھیانوی نے اس بات کا تفصیلی رد لکھا ہے دیکھئے ''تبلیغی جماعت اور انچاس کروڑ کا ثواب'' ص ۱ تا ۱۸، رسائل الرشید ص ۲۰۹ تا ۲۲۶

مفتی محمود حسن گنگوہی کا جھوٹ (۱۹)

مفتی محمود حسن گنگوہی (دیوبندی) صاحب فرماتے ہیں کہ:

''خدا ہر جگہ موجود ہے، ارشاد فرمایا کہ ابن جوزی سے کسی نے پوچھا کہ خدا کہاں ہے تو فرمایا کہ ہر جگہ ہے تو پوچھا کیا دلیل ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ حدیث میں ہے **لا تفضلو نی علٰی یونس بن متی** (کہ مجھ کو یونس ابن متی پر فضیلت مت دو)...'' [ملفوظات فقیہ الامت جلد دوم، قسط سادس ص ۱۴]

عرض ہے کہ اس کذب و افتراء کے سراسر برعکس حافظ ابن الجوزی نے جہمیہ کے فرقہ ملتزمہ کے



بارے میں لکھا ہے کہ: ''**والملتزمة جعلوا الباري سبحانه وتعالیٰ في كل مكان**''
اور ملتزمہ نے باری سبحانہ وتعالیٰ کو ہر جگہ (موجود) قرار دیا ہے [تلبیس ابلیس ص۳۰، اَقسام اَہل البدع]

محمود حسن گنگوہی کا دوسرا جھوٹ (۲۰)

مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب ''ارشاد'' فرماتے ہیں کہ:

''غار ثور میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جس سانپ نے ڈس لیا تھا وہ سانپ نہ تھا بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین سے تھا اس نے جناب نبی کریم ﷺ کی زیارت کی تمنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ شانہ سے دعا کی۔ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جواب ملا کہ اس حالت موجودہ میں تو زیارت نہیں ہوگی البتہ ہم تمہیں سانپ بنا دیں اس صورت میں زیارت ہو سکے گی اس نے اس کو منظور کر لیا تھا اور اس کو معلوم ہو گیا تھا کہ حضور اقدس ﷺ ہجرت کے موقعہ پر اس غار میں آ کر ٹھیریں گے اس لئے وہ اس غار میں آ کر ٹھیر گیا تھا پس یہ سانپ وہ حواری تھا اور حضرت ابوبکرؓ کو ڈس لیا تھا اس وجہ سے کہ انہوں نے اس کے سوراخ پر اپنا پیر رکھ لیا تھا تا کہ حضور علیہ السلام کو کوئی زہریلا جانور اس سے نکل کر ڈس نہ لے اس سے وہ محرومِ زیارت ہو جاتا پس ڈس لیا تا کہ آپ پیر ہٹا لیں اور یہ زیارت کر سکے'' [ملفوظات فقیہ الاُمت حصہ اول ص۴۰، ۴۱]

دیوبندی امت کے فقیہ جناب محمود حسن گنگوہی نے یہ جھوٹ لکھا ہے کہ وہ سانپ جس نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غارِ ثور میں ڈسا تھا وہ سانپ نہیں بلکہ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حواری تھا۔

تنبیہ: ایک روایت میں آیا ہے کہ ہجرت کے دوران، غارِ ثور میں سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے ایک سوراخ پر پاؤں رکھ دیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کو ایک سانپ نے ڈسا تھا۔

یہ روایت دلائل النبوۃ للبیہقی (۲/۴۷۷) السنۃ للالکائی (۲/۲۳۷ح ۲۴۲۶) المجالسۃ وجواہر العلم

للد ینوری را لمتھم (ح ۲۲۳۸) میں موجود ہے۔ صاحب مشکوٰۃ (۶۰۲۵) نے اسے رزین، اور صاحب تنقیح الرواۃ (۲۱۴/۳) نے اسے فوائد ابی الحسن بن بشر (ان) سے منسوب کیا ہے۔
اس کی سند درج ذیل ہے:

'' عبدالرحمن إبراهيم الراسبي : حدثني فرات بن السائب عن ميمون بن مهران عن ضبة بن محصن عن عمر '' إلخ

اس کا راوی فرات بن السائب: منکر الحدیث ہے [التاریخ الکبیر للبخاری ۱۳۰/۷ ت ۵۸۳]
اس پر شدید جروح کے لئے دیکھئے کتاب الضعفاء للبخاری بتحقیقی (۳۰۷) ولسان المیز ان (۴۳۰/۴، ۴۳۱)

اسے ابوحاتم الرازی وغیرہ نے متروک الحدیث کہا، حافظ ابن عدی فرماتے ہیں کہ اس نے میمون سے منکر روایات بیان کی ہیں دیکھئے الکامل لابن عدی (۱۳۶/۷ جدید)
عبدالرحمٰن بن ابراہیم الراسبی بھی مجروح غیر موثق ہے، دیکھئے لسان المیز ان (۴۰۲/۳، ۴۰۳) ومیزان الاعتدال (۵۴۵/۲) وتاریخ بغداد (۲۵۵/۱۰ ت ۵۳۷۱)
اس روایت کے بارے میں حافظ ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:
'' وهو منكر '' اوروہ منکر (روایت) ہے۔ [السیرۃ النبویۃ ص ۳۲۱ تاریخ الاسلام ۳۲۱/۱]
حافظ ذہبی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

'' وهو شبه وضع الطرقية '' یہ (روایت) طُرقیوں (گمراہ صوفیوں) کی موضوعات سے مشابہ ہے (میزان الاعتدال ۵۴۵/۲ ولسان المیز ان ۴۰۲/۳)

حافظ ابن کثیر الدمشقی (متوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

'' وفي هذا السياق غرابة ونكارة '' اس (روایت کے) سیاق میں غرابت اور نکارت (منکر ہونا) ہے [السیرۃ النبویۃ ۲۳۸/۲]

یہاں پر یہ بات انتہائی تعجب انگیز ہے کہ شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری صاحب نے غارِ ثور میں سانپ کے ڈسنے والی روایت کو بغیر کسی جرح کے نقل کر رکھا ہے، دیکھئے الرحیق المختوم (عربی ص ۱۹۵)

وتجلیات نبوت (اردو ص ۱۵۰)

تاہم یادرہے کہ حواری کا سانپ بن جانا اور پھر اس حواری کا سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو ڈسنا کسی روایت میں نہیں ہے۔اسے محمود حسن گنگوہی نے اپنے دوسرے اکاذیب کی طرح خود گھڑ لیا ہے۔ ''ملفوظات فقیہ الامت'' میں اور بہت سے اکاذیب وافتراءات ہیں۔

محمود حسن گنگوہی کا تعارف

نام: محمود حسن گنگوہی بن

ولدیت:

وفات:

شیوخ:

پیر:

تصانیف: فتاویٰ محمودیہ، ملفوظات فقیہ الأمت، مواعظ فقیہ الامت وغیرہ

(۱) مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''بزرگوں کی قبر سے مٹی اٹھا کر اس کو تبرکاً بغرض شفا مریض پر لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر پہلے صاحب قبر کے وارث سے مٹی اٹھانے کی اجازت لے لے، اس کے بعد فرمایا کہ مریض پر بغرض شفا مٹی ملنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ عملیات کے تحت وہ حدیث مذکور ہے برص ۶۸'' [ملفوظات فقیہ الامت ج ا ص ۱۹]

یادرہے کہ صفحہ ۶۸ پر بحوالہ سنن ابی داود (ج ۲ ص ۵۴۴، ح ۳۸۹۵) جس حدیث کا ذکر ہے اس میں قبر کی مٹی تبرکاً لگانے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

(۲) محمود گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''زیارت قبور کے لئے سفر کرنا اس میں کوئی حرج نہیں جب کہ کوئی عارض مانع نہ

ہو۔'' [ملفوظات ج۱ص۲۹]

محمود حسن گنگوہی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''ایک نوٹ کی بیع دو نوٹ کے بدلے جب کہ وہ متعین بھی ہوں اور ہاتھ در ہاتھ (نقد) بھی ہوں جائز ہے'' اِلخ [ملفوظات ج۲ص۳۰]

(۴) محمود گنگوہی صاحب کہتے ہیں کہ:

'' حضرت گنگوہیؒ اور مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ حج کے لئے تشریف لیجارہے تھے دریائی سفر تھا راستہ میں کسی مقام پر جہاز میں طغیانی شروع ہوگئی لوگوں پر گبھراہٹ طاری ہوئی طے کیا گیا کہ اللہ کی جناب میں توبہ اور گناہوں سے معافی مانگی جائے اسی دوران کسی شخص نے دیکھا کہ جہاز کے ایک کنارہ کو حضرت حاجی صاحبؒ اور دوسرے کنارہ کو حافظ ضامن شہیدؒ اٹھائے ہوئے ہیں یہاں تک کہ دونوں نے جہاز کو طغیانی سے نکال کر ساحل پر لگا دیا ادھر اس تاریخ میں حضرت حاجی صاحب نے مکہ مکرمہ میں اپنے خادم کو لنگی دی کہ اس کو دھو کر سکھا دو اس نے دیکھا کہ وہ لنگی سمندر کے پانی میں بھیگی ہوئی ہے یہ سوچ کر کہ کوئی واقعہ پیش آیا ہے اس کی تاریخ محفوظ کر لی جب جہاز وہاں پہنچا تو انہوں نے تحقیق کی جہاز والوں نے بتایا کہ یہ واقعہ پیش آیا تھا اس کی تاریخ معلوم کی تو وہی تاریخ نکلی جس میں حضرت حاجی صاحب نے لنگی دھونے کے لئے خادم کے سپرد کی تھی۔'' [ملفوظات ج۳ص۳۷ جہاز کو ساحل پر لگا دیا]

(۵) محمود حسن گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ:

'' حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری ایک مرتبہ حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ ذکر کی مجلس چل رہی تھی۔ ایک شخص کو آواز دی جوان کے خادم تھے۔ پکارا۔ عبدالمنان! یہ آئے۔ تو ان سے فرمایا کہ مجلس ذکر میں فلاں نامی شخص ہے۔ اس کو بلا لاؤ۔ چنانچہ یہ گئے اور ان کو ڈھونڈتے رہے۔ دیکھا کہ چہرہ پر رومال ڈالے

ہوئے ذکر میں مشغول ہیں۔ بات کیا تھی۔ وہ ذاکر ذکر میں تو مشغول تھے لیکن وہ یوں سوچ رہے تھے کہ بیوی کو اتنے پیسے دیکر آیا تھا وہ تو خرچ ہو گئے ہوں گے (یہ دل میں سوچ رہے ہیں اور اوپر زبان سے کہہ رہے ہیں) لاالٰہ الا اللہ، لاالٰہ الا اللہ۔ ان کو بلوایا۔ پھر مولوی عبدالمنان سے کہا کہ تم باہر چلے جاؤ۔ ان ذاکر صاحب سے کہا کہ تم اندر سے کواڑ بند کردو۔ کواڑ بند کروا کے کہا کہ قریب کو آجاؤ۔ کیونکہ حضرت سے اٹھا نہیں جاتا تھا اور ہاتھ بھی نہیں اٹھتا تھا۔ فرمایا کہ میری جیب میں ہاتھ ڈالو اور جیب میں جتنے پیسے رکھے ہیں وہ سب نکال لو۔ اور اپنی بیوی کے پاس بھیج دو اور اطمینان سے ذکر کرو۔''

[ملفوظات ج۸ص۷۶ حضرت رائپوری ثانی کا کشف]

یادرہے کہ دیوبندی حضرات اپنے اکابر کے علم غیب کو کشف والہام کا نام دیتے ہیں۔

(۶) محمود حسن گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''ایک واقعہ لکھا ہے شاہ بھیکؒ کا جو خلیفہ ہیں شاہ ابوالمعالی کے وہ چلے جارہے تھے دریا کے کنارے جب دریا کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک طالب علم بیٹھا ہے پوچھا کیا بات ہے تو کہا کہ اس پار جانا ہے تو شاہ بھیک نے کہا کہ میرے پیچھے چلو اور یہ کہتے ہوئے چلو یا بھیک یا بھیک اور خود کہتے چلے یااللہ یااللہ۔ درمیان سمندر میں چل کر اس طالب علم کو خیال آیا کہ خود تو کہہ رہے ہیں یااللہ اور مجھ سے کہا کہ یا بھیک کہو انہوں نے بھی شروع کردیا یااللہ یااللہ تو پیر لڑکھڑانے لگے تو شاہ بھیک نے کہا کہ کہو یا بھیک یا بھیک۔ پھر کہنے لگے یا بھیک بھیک کنارہ پر پہنچ کر فرمایا کہ بھیک کو تو پہچانا نہیں اللہ کو کیا پہچانتے۔ اس واقعہ سے دونوں قسم کے لوگ استدلال کر لیتے ہیں دیوبندی بھی بریلوی بھی۔''

[ملفوظات فقیہ الامت ج۶ص۱۰۵ عنوان: شاہ بھیکؒ]

معلوم ہوا کہ محمود گنگوہی صاحب کے نزدیک یہ واقعہ ضرور رونما ہوا ہے۔!

(۷) محمود گنگوہی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ مسجد نبوی میں درس حدیث دے رہے تھے۔ دوران درس مسئلہ آ گیا حیات النبی کا حضرت نے اس کو ثابت کرنا چاہا۔ طلبہ نے اشکال کیا پھر ثابت کیا پھر اشکال کیا پھر ثابت کیا پھر ایک دم داہنی طرف کو دیکھا۔ طلبہ نے بھی دیکھا تو وہاں روضۂ اقدس موجود ہی نہیں جگہ صاف ہے اور حضور ﷺ بہ نفس نفیس تشریف فرما ہیں۔ اگر دلائل سے نہیں مانو گے تو اس طریقہ سے تو مانو گے۔ اس کے بعد ادھر سے نظر ہٹا کر پھر دیکھا تو روضۂ اقدس بدستور موجود ہے۔'' [ملفوظات ج۱۰ص۱۴]

محمود گنگوہی صاحب کہتے ہیں کہ:

''ان حضرات کے اندر احترام بہت تھا حضرت امام شافعیؒ تشریف لے گئے ہیں امام ابوحنیفہؒ کے مزار پر۔ وہاں پہنچ کر نماز کا وقت آ گیا نماز پڑھی انہوں نے تو آمین بالجہر اور رفع یدین نہیں کیا۔ ان سے پوچھا کہ آپ نے آمین بالجہر اور رفع یدین کیوں نہیں کیا؟ آپ کا مسلک تو یہی ہے کہا کہ ہاں مسلک تو ضرور ہے مگر بھائی یہ بہت بڑے امام ہیں جن کی قبر پر آیا ہوں مجھے یہاں حیا مانع ہوتی ہے۔''

[ملفوظات فقیہ الامت ج۹ص۳۵، امام شافعیؒ امام ابوحنیفہؒ کے مزار پر]

یہ سارا بیان کالے جھوٹ پر مبنی ہے۔ امام شافعی سے اس قسم کا کوئی کام باسند صحیح ومقبول، کسی کتاب میں ثابت نہیں ہے۔

دوسرا رخ:

ایک ہاتھ یا دو ہاتھوں سے مصافحے کے بارے میں محمود حسن گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''ایک ہاتھ سے بھی صحیح ہے اور دونوں ہاتھوں سے بھی۔ دونوں قول کوکب الدری ج۲ص۱۴۱ میں ہیں'' الخ [ملفوظات فقیہ الامت ج۷ص۲۳]

ظفر احمد تھانوی کا جھوٹ (۲۱)

ظفر احمد تھانوی، عثمانی، دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

''**خارجة بن مصعب مستقيم الحديث... وضعفوه إلاأن مسلماً قال: سمعت يحي بن معين وسئل عن خارجة، فقال: مستقيم الحديث عندنا ولم يكن ينكر من حديثه إلا ما يدلس عن غياث بن إبراهيم إلخ** (تہذیب التہذیب ۳:۷۷)... ''

(اعلاء السنن ج۲ ص ۵۷، ۵۸ تحت ح ۵۱۲)

ترجمہ از ناقل:

''خارجہ بن مصعب مستقیم الحدیث ہے...اورانہوں نے اسے ضعیف کہا ہے لیکن (امام) مسلم کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے سنا، آپ سے خارجہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ ہمارے نزدیک مستقیم الحدیث ہے، اس کی کسی حدیث پر انکار نہیں کیا گیا سوائے اس کے جس میں وہ غیاث بن ابراہیم (کذاب) سے تدلیس کرتا ہے''

تبصرہ:

تہذیب التہذیب (ج۳ ص ۷۷ دوسرا نسخہ ۳/۶۸) اور کتاب الجرح والتعدیل (ج۳ ص ۳۷۵، ۳۷۶) وسیر اعلام النبلاء (۷/۳۲۷) وتاریخ دمشق لابن عساکر (۱۷/۲۸۵) میں یہ قول یحییٰ بن یحییٰ سے منقول ہے، یحییٰ بن معین سے نہیں ہے۔ امام یحییٰ بن معین اس قول سے بری ہیں۔ وہ تو خارجہ بن مصعب پر شدید جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ليس بشيءٍ'' وہ کچھ چیز نہیں ہے (تاریخ ابن معین، روایۃ عباس الدوری: ۱۱۸۸) ''ليس بثقة'' وہ ثقہ نہیں ہے (تاریخ ابن معین: ۱۷۲۶)

یحییٰ بن یحییٰ کے قول کو ظفر احمد تھانوی صاحب نے اسماء الرجال کے امام یحییٰ بن معین کا قول بنا دیا

ہے، جو کہ صریح کذب بیانی اور دھوکا ہے۔

تنبیہ: خارجہ بن مصعب مذکور پر جمہور محدثین نے جرح کی ہے، دیکھئے تہذیب التہذیب (۷۶/۳۔۷۸) و تہذیب الکمال (مطبوع جدید ۳۳۳/۲، ۳۳۵) و میزان الاعتدال (۶۲۵/۱، ۶۲۶) وتاریخ دمشق (۲۸۳/۱۷۔۲۸۸) وکتب الضعفاء والمجروحین۔

متاخرین میں سے حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''واہٍ'' وہ کمزور ہے [الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ ۲۰۱/۱]

حافظ ابن حجر العسقلانی نے اسے ''متروک'' لکھا ہے [تقریب التہذیب: ۱۶۱۲ ملخصاً]

ظفر احمد تھانوی کا تعارف

نام: ظفر احمد بن لطیف احمد، عثمانی تھانوی

ولادت: ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ

وفات: ۲۳ ذوالقعدہ ۱۳۹۴ھ بمطابق ۸ دسمبر ۱۹۷۴ء

شیوخ: خلیل احمد سہارنپوری، اشرف علی تھانوی (ظفر احمد تھانوی صاحب کے حقیقی ماموں)، ومشائخ دیوبند

پیر: خلیل احمد سہارنپوری (آپ کے ''مرشد'' تھے)

تصانیف: اعلاء السنن، سیرت منصور حلاج (حسین بن منصور الحلاج: کافر، مقتول کی ''سیرت'') فاتحۃ الکلام فی القراءۃ خلف الامام، انجاء الوطن وغیرہ

ظفر احمد تھانوی صاحب اپنی تحریروں کے آئینے میں

(۱) حسین بن منصور الحلاج کے بارے میں ظفر احمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''لوگوں کے اسرار بیان کر دیتے، ان کے دلوں کی باتیں بتلا دیتے (یعنی کشف ضمائر بھی حاصل تھا) اسی وجہ سے ان کو حلاج الاسرار کہنے لگے، پھر حلاج لقب پڑ گیا'' [سیرت منصور حلاج / رسالۃ القول المنصور فی ابن منصور ص ۳۱]

یعنی ظفر احمد صاحب کے نزدیک حسین بن منصور کو لوگوں کے مافی الضمائر (جو کچھ دلوں میں ہے) کا کشف (یعنی علم غیب) حاصل تھا۔!

حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں کہ:

''والناس مختلفون فیه وأكثرهم على أنه زنديق ضال ''لوگوں کا اس (حلاج) کے بارے میں اختلاف ہے اور اکثر لوگوں کے نزدیک وہ زندیق (کافر) گمراہ ہے۔

[لسان المیزان ج ۲ ص ۳۱۴ ت ۲۸۳۲ وطبعہ جدیدہ ج ۲ ص ۵۸۲]

(۲) تشہد کے بارے میں ایک روایت ''یحیی بن السباق (الثقات لابن حبان ۲۰۳/۷) عن رجل من بني الحارث عن ابن مسعود '' کی سند سے مروی ہے [المستدرک للحاکم ۲۶۹/۱ والسنن الکبریٰ للبیہقی ۳۷۹/۲]

اس ''رجل من بني الحارث '' کے بارے میں ظفر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

''قلت : ففيه رجل مجهول ، فلا يحتج به ''میں نے کہا: اس میں ایک آدمی مجہول ہے، پس اس سے حجت نہیں پکڑی جاتی (اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۶۱ ح ۷۷۵) یاد رہے کہ یہ رجل من بنی الحارث قرونِ ثلاثہ کا مجہول راوی ہے۔

دوسرے مقام پر ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ:

''والجهالة في القرون الثلاثة لايضر عندنا ''اور قرون ثلاثہ میں مجہول ہونا ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے۔[اعلاء السنن ۱۹۷/۳ ح ۹۲۷]

جب مرضی والی حدیث ہو تو مجہول ہونا مضر نہیں ہے، اور جب مرضی کے خلاف حدیث ہو تو مجہول کی روایت حجت نہیں ہے۔ سبحان اللہ!

(۳) ظفر احمد تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

''وأما الثوري فكان ربما يدلس وقد عنعنه ''اور (سفیان) ثوری تو بعض اوقات تدلیس کرتے تھے اور انہوں نے اسے عن سے بیان کیا ہے۔

[اعلاء السنن ۲/ ۲۵۳ تحت ح ۷۲۹]

دوسری جگہ ظفر احمد صاحب نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کی عن والی روایت کو بطورِ حجت پیش کیا ہے اور اپنے ممدوح محمد بن علی النیموی سے اس روایت کے بارے میں ''**هذا إسناد صحيح** ''نقل کیا ہے۔ دیکھئے اعلاء السنن (۳/ ۶۱ ح ۸۱۴)

(۴) ابراہیم نخعی سے منسوب ایک اثر کے بارے میں ظفر احمد صاحب لکھتے ہیں:

''**فإن قول التابعي لا حجة فيه**'' پس بے شک تابعی کے قول میں کوئی حجت نہیں ہے۔ [اعلاء السنن ۱/ ۳۵۳ تحت ح ۳۲۸]

دوسری جگہ ابرہیم نخعی سے منسوب ایک قول پر ظفر احمد حاحب درج ذیل سرخی لکھتے ہیں:

''**قول التابعی الکبیر حجة عندنا**'' تابعی کبیر کا قول ہمارے نزدیک حجت ہے۔

[اعلاء السنن ۲/ ۲۴۷ تحت ح ۷۲۴]

(۵) ظفر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

''**علی أن التدلیس لایضر عندنا**'' اس پر (سہا گہ) یہ کہ ہمارے نزدیک تدلیس مضر نہیں ہے۔ [اعلاء السنن ۳/ ۳۲ ح ۷۷۷]

''**والتدلیس والإرسال فی القرون الثلثة لا یضرنا**'' اور قرون ثلاثہ میں تدلیس اور ارسال ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے۔ [اعلاء السنن ۱/ ۴۳۶ ح ۴۳۱]

دوسری جگہ قرون ثلاثہ کے راوی (سلیمان بن مہران) الاعمش کے بارے میں یہی ظفر صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

''**إلا أن الأعمش مدلس**'' مگر یہ کہ اعمش مدلس ہے۔

[اعلاء السنن ۱/ ۱۶۲ تحت ح ۱۱۱]

(۶) ایک حدیث میں آیا ہے کہ امام کے پیچھے جہری نمازوں میں سورہ فاتحہ کے سوا کچھ بھی نہیں پڑھنا چاہئے [سنن ابی داود: ۸۲۴ وسنن النسائی ۲/ ۱۴۱ ح ۹۲۱ وسندہ حسن]

اس حدیث کے ایک راوی نافع بن محمود (تابعی) ہیں۔ نافع بن محمود کی بیان کردہ ایک روایت میں

آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لا تفعلوا إلا بأم القرآن فإنه لا صلوٰة لمن لم یقرأ بھا ''سورہ فاتحہ کے علاوہ کچھ بھی نہ پڑھو، کیونکہ جو شخص سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔

[کتاب القرأت خلف الإمام للبیہقی ص۶۴ ح۱۲۱ وقال: وھذا إسناد صحیح ورواته ثقات، دوسرا نسخہ ص۵۰ ح۱۰۵]

تنبیہ: کتاب القرأت کے اسی صفحے پر نافع بن محمود کے دوشاگردوں (مکحول اور حرام بن حکیم) کا ذکر موجود ہے۔

نافع بن محمود تابعی رحمہ اللہ کے بارے میں ظفر احمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

''(اور نافع بن محمود مجہول ہے)'' [فاتحۃ الکلام فی القراءۃ خلف الامام ص۵۵]

اعلاء السنن کے حاشیے پر ہے''نافع و ھو مجھول ''(۱۲۰/۴، النھي عن القرأۃ خلف الإمام)

نیز دیکھئے اعلاء السنن (۱۱۷/۴)

دوسری جگہ اپنی مرضی کی ایک روایت پر ظفر صاحب کہتے ہیں کہ'' قرونِ ثلاثہ میں تدلیس اور ارسال ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے'' جیسا کہ فقرہ: ۵ کے تحت گزر چکا ہے۔

ظفر احمد تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''ولیس بمجھول من روی عنه اثنان ''إلخ اور جس سے دو راوی روایت کریں وہ مجہول نہیں ہوتا إلخ [اعلاء السنن ۲۰۷/۱ ح۱۵۳]

اس مفہوم کی عبارت ظفر تھانوی صاحب نے بار بار لکھی ہے اور پھر اپنا یہ اصول بھول کر نافع بن محمود کو مجہول کہہ دیا ہے۔

نیز دیکھئے اعلاء السنن (۳۳۶/۱۴ تحت ح: ۴۷۴۳ زید بن عیاش، رد حدیثہ لجھالتہ)

تنبیہ بلیغ: بعض لوگ نافع بن محمود (تابعی) کی روایت کو'' نافع بن محمود: مستور'' کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ ظفر احمد تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

''أن المستور فی القرون الثلثة مقبول عندنا ''بے شک قرون ثلاثہ میں مستور ہمارے نزدیک مقبول ہے۔ [اعلاء السنن ۴۴۰/۱ ح۴۳۵]

(۷) تشہد میں سلام کے وقت ہاتھ سے اشارہ کرنے کی ممانعت پر سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی ہے [صحیح مسلم: ۹۶۸۔۹۷۱/۴۳۱]

ظفر تھانوی صاحب نے اسے رفع یدین (قبل الرکوع وبعدہ) کے خلاف پیش کیا ہے۔

[اعلاء السنن ۳/۵۶ ح ۸۱۲]

اور آگے لکھا ہے کہ:

''**كما شبه النبي ﷺ رفع الأيادى عندالسلام بأذناب خيل شمس**''

جیسا کہ نبی ﷺ نے سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے کو سرکش گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دی ہے۔

[اعلاء السنن ج ۳ ص ۵۷]

تنبیہ: محمود الحسن دیوبندی، اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''باقی اذناب الخیل کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں کیونکہ وہ سلام کے بارہ میں ہے کہ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہم بوقت سلام نماز میں اشارہ بالید بھی کرتے تھے۔ آپؐ نے منع فرما دیا۔''

[الورد الشذی علی جامع الترمذی ص ۶۳، تقاریر شیخ الہند ص ۶۵]

محمد تقی عثمانی دیوبندی فرماتے ہیں کہ:

''لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال مشتبہ اور کمزور ہے...'' الخ [درسِ ترمذی ج ۲ ص ۳۶]

(۸) ظفر احمد تھانوی نے بہت سے کذاب راویوں کی ناکام توثیق کی کوشش کی ہے۔

مثال اول: حسن بن زیاد اللؤلؤی پر جمہور محدثین نے شدید جرحیں کر رکھی ہیں۔

امام یحییٰ بن معین نے کہا: ''**حسن اللؤلؤى : كذاب**'' [تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۱۷۶۵]

امام النسائی نے کہا: ''**والحسن بن زياد اللؤ لؤ ي كذاب خبيث**''

[الطبقات/ آخر کتاب الضعفاء ص ۲۶۶، دوسرا نسخہ ص ۳۱۰]

'' **ليس بثقة ولا مأمون**'' [کتاب الضعفاء والمتروکین:۱۵۶]

امام دارقطنی نے گواہی دی:'' **كذاب كو في متروك الحديث** '' [تاریخ بغداد ج ۷ ص ۳۱۷ وسندہ صحیح]

اس حسن بن زیاد کے بارے میں ظفر احمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''**توثيق الحسن بن زياد اللؤلؤي صاحب الإمام** ''

یعنی: امام ابوحنیفہ کے شاگرد حسن بن زیاد اللؤلؤی کی توثیق (دیکھئے اعلاء السنن ج ۳ ص ۷۲ تحت ح ۷۷۶)

ظفر صاحب نے الفوائد البہیۃ اور طبقات القاریٔ (دو حنفی متاخرین کی) کتابوں سے حسن بن زیاد کی بے ثبوت تعریف نقل کی ہے۔ اب محدثین کرام کی اصل کتابوں سے حسن بن زیاد کے حالات پڑھ لیں۔

